قریش وثقیف کے
ازدواجی اور کاروباری رشتے

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی

تمہید

مکہ مکرمہ اور طائف کی بستیاں (قریتین) ایک دوسرے کے پڑوس میں واقع ہیں اور ان دونوں کے درمیان بہت معمولی مسافت ہے۔ قدیم جغرافیہ دانوں اور سیرت و تاریخ نگاروں کے مطابق وہ صرف ایک دن/ شبانہ روز کی مسافت پر واقع ہیں۔ طائف کا شہر اور فصیل بند قلعہ عہدِ نبوی میں اتنی ہی مسافت پر واقع تھا، مگر اس کی نواحی بستیاں اور وادیاں بالکل پڑوس میں تھیں۔ مکی مسافر و تاجر ایک دن میں وہاں پہنچ جاتے تھے اور طائفی زائر و تاجر پہاڑی ڈھلوانوں سے اترتے تو صرف آدھا دن لگاتے تھے۔ اتنی جغرافیائی قربت و قرابت نے ان دونوں کو قریب قریب ایک ہی منطقے میں توام یا جڑواں شہر بنا دیا تھا۔ اتنی قربت کسی اور علاقے سے نہ تھی۔ قرآن مجید میں ان دونوں کو ''قریتین'' (دو گاؤں/ بستیاں) (۱) کہہ کر ان کی جغرافیائی قربت کا بھی اشارہ دیا ہے اور اس سے زیادہ ان دونوں بستیوں کے درمیان سماجی، معاشرتی اور تمدنی ہم آہنگی کا بھی۔ دراصل دونوں عرب تہذیب و ثقافت کے گہوارے تھے۔ پہاڑی راستے پر تعمیر کردہ جدید سڑک سے ان کی باہمی مسافت زیادہ ہو جاتی ہے کہ اس میں زلفِ یار کی طرح پیچ و خم بہت ہیں۔ راہ روانِ پیادہ اور سبک سیرانِ راہ سیدھے اور راست راستے سے چند گھنٹوں میں مسافت طے کر لیتے تھے۔ (۲)

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (۳)

اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کے، یعنی مکے اور طائف کے کسی سردار پر۔ (۴)

دراصل شہر حرام سے نکلتے ہی اور ''وادی غیر ذی زرع'' کی حدود پار کرتے ہی دیارِ ثقیف کی

وادیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ جنوب مشرق میں یہ وسیع، سرسبز و شاداب وادیاں مکہ مکرمہ کے جنوبی مضافات ہیں اور قدرتِ الٰہی کے عطیات وانعامات۔ ایک قبائلی اور دیہی روایت کے مطابق یہ سرسبز و شاداب اور زرخیز علاقہ شام کے عظیم ملک کا ایک گاؤں اور بلاد تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کہ پروردگار! وادی غیر ذرع میں آباد میری اولاد ونسل کو ہر طرح کے پھلوں، سبزیوں سے رزق عطا فرما، کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرتے ہوئے اس شامی قریے کو اپنی قدرتِ کاملہ سے شہر حرام مکہ مکرمہ کے قریب لا بسایا۔ اسی دیارِ سرسبز اور علاقۂ شاداب اور زمین زرخیز سے ہر طرح کے میوے، پھل، سبزیاں، اناج اور پھول وغیرہ مکہ مکرمہ پہنچتے تھے۔ دور دور سے آنے والے زائرینِ بیت اللہ بھی اپنے ساتھ ثمرات لاتے تھے اور حجاج و معتمرین کعبہ بھی ساکنانِ ارض حرم کے کام و دہن اور روح وجسم کی لطافتوں کو مطمئن کرنے کے لیے ہر طرح کے پھل پھلاری اور سبزی وترکاری لاتے تھے، لیکن وہ دور کے میوے تھے۔ طائف و دیار ثقیف کے ثمرات ومیوہ جات اور تمام سبزیاں اور غلے مضافات حرم کے مستقل و مسلسل عطیات وانعامات تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قرآن حکیم میں اس طرح مذکور ہے:

رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ ○ (۵)

اے ہمارے رب! میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے معزز گھر کے قریب ایک ایسی وادی میں آباد کیا ہے جہاں کھیتی (تک) نہیں۔ اے ہمارے رب! یہ اس لئے تا کہ یہ لوگ نماز قائم کریں۔ سو تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور ان کو پھلوں کی روزی دے تا کہ وہ شکر گزار بنیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ لکھتے ہیں:

......شہر مکہ بسا......زمین لائق نہ تھی کھیتی کے نہ میوے کے، اس کے نزدیک زمین طائف سنوار دی کہ بہتر سے بہتر وہاں ہوویں اور شہر مکہ میں پہنچیں۔ (۶)

ان دونوں شہروں اور قریوں کے درمیان جغرافیائی قربت و جوار کے باوجود آب و ہوا اور مٹی کا بہت بڑا فرق ہے۔ مکہ مکرمہ پہاڑی سلسلوں کے درمیان آباد و واقع ہونے کے باوجود سرسبزی اور شادابی اور زرخیزی سے یک سر محروم ہے۔ ان کے پہاڑوں اور پہاڑیوں پر روئیدگی نہیں ہوتی ہے اور جو ہوتی ہے وہ کیکر، ببول اور جھاڑیوں جیسی غیر سرسبز ہوتی ہے۔ زمین اور مٹی پتھریلی ہے اور جہاں تھوڑی بہت میدانی

اراضی ہے، اس میں بھی کاشت کاری اور سبزی اور شادابی کا گزر نہیں۔ مکہ مکرمہ کی وادیاں (شعاب) بہت ہیں اور کبھی وہ آبِ رواں کی گذرگاہیں رہی تھیں، مگر اب ان میں صرف پتھروں اور سنگ ریزوں کے انبار ملتے ہیں۔ صرف کانٹے دار جھاڑیاں، جھڑبیریاں اور جان وروں کے کھانے کے لائق کچھ سبزیاں نظر آتی ہیں، جن سے انسان متمتع نہیں ہوسکتا۔ آب وہوا کا معاملہ یہ ہے کہ پورے سال اور چوبیس گھنٹے سخت گرمی کا موسم رہتا ہے، سردی وسرما کے موسم میں بھی آگ برستی ہے۔ زیرِ زمین پانی کی تہیں موجود ہیں، لیکن ان کی گہرائی انسان کی ہمت پست کردیتی ہے اور برزمین پانی کے قطرات صرف شبنم میں ملتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں کے صدقے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی مادرانہ اور بے تابانہ دوڑ دھوپ کی بہ دولت زم زم کا عطیہ ملا، جو مادرِ مہربان کی محبت آمیز اور انسانی عجلت آمیز فطرت کے سبب چاہ میں تبدیل ہوگیا اور آبِ رواں کی صورت نہ اختیار کرسکا۔ بہ ہر حال اسی آبِ زم زم نے بیت اللہ کے اردگرد انسانی بستی کی داغ بیل ڈالی اور کعبۃ اللہ کو مجاور اور خاندانِ اسماعیلی کو اقربا ملے۔ بعد میں قریش کے متعدد اکابر نے بڑھتی آبادی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے مختلف علاقوں اور محلوں میں اپنے اپنے کنوئیں کھودے۔ (۷)

اس کے برخلاف دیارِ ہوازن وعلاقۂ ثقیف میں تمام جغرافیائی نعمتیں آسمانی خوانوں کی طرح غیب سے اتاردی گئیں۔ خاصا بلند پہاڑی علاقہ ہونے کے سبب طائف کا شہر اور اس کی وادیاں سال بھر دل آرام خنکی سے لبریز رہتی ہیں۔ ان کی آب وہوا بہت معتدل، صحت بخش اور نشاط افروز ہے۔ ہوائیں بادِ نسیم بن کر چلتی ہیں اور پانی کی کثرت نے زمین کو گل زار بنادیا ہے۔ زیرِ زمین چشمے سطحِ زمین توڑ کر اوپر پانی کی حسین کاریز بہادیتے ہیں اور ان کی وجہ سے، افراط سے پانی سب کو نصیب ہوتا ہے۔ کنوئیں اور تالاب اور دوسرے ذرائع سے پانی کے ذخائر تعمیر کرلیے گئے ہیں اور وہ انسان وحیوان اور نباتات سب کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ وادیوں، پہاڑوں اور پہاڑوں پر مسطح میدانوں میں زرخیز اور پیداواری نرم مٹی ہے، جو ہر طرح کی کاشت کاری کے لیے دست یاب ہے۔ قدرتی طور سے سرسبزی اور شادابی کی بھی بہتات ہے۔ رنگا رنگ کے پھول اور پتیاں اور قسما قسم کی ترکاریاں اور سبزیاں اگائی جاتی ہیں۔ آب وہوا اور مٹی کے اعتدال نے طائف اور ثقیف کے پورے دیار کو خاص کر اس کی وادیوں کو گل وگل زار بنادیا ہے۔ (۸)

ان پڑوس کی دو وادیوں یا قریوں کی جغرافیائی قربت اور انتہائی فرق وامتیاز نے عجب نیرنگیاں دکھائی ہیں۔ نسلِ ابراہیمی واسماعیلی کی ایک عظیم الشان شاخ نے تمام موسمی سختیوں اور فطری بے رنگیوں کو برداشت کرکے مکہ مکرمہ آباد کیا۔ ان کو اپنے جدِ امجد کے تعمیر کردہ، نو تعمیر کردہ خانۂ کعبہ سے بے پناہ محبت اور بے کراں عقیدت ہے، جو سب محبتوں پر غالب ہے۔ قریش نے بیت اللہ کی محبت میں شہرِ حرام آباد کیا تو اللہ

تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں دعائے ابراہیمی کے طفیل ان کی محبت بھردی۔ وہ بیت اللہ کی زیارت اور حج وعمرے کے لیے کھنچ کھنچ کر مکہ مکرمہ آتے رہے اور اسے انسانی آبادی اور معاشرت سے مالا مال کرتے رہے۔ ان میں سے بہت سے بدوی قبائل کے طبقات وبطون اور افراد مکہ مکرمہ میں مختلف وجوہ ومقاصد سے ہر دور میں آباد بھی ہوتے رہے۔ ان میں دیارِ ثقیف کے سرسبز وشاداب علاقوں اور زرخیز ونشاط انگیز وادیوں کے افراد وطبقات بھی اسی طرح شامل تھے۔ بیت اللہ کی کشش نے شہرِ حرام کو جائے پناہ بھی بنا دیا اور آبادکاری کی ایک ایسی آماج گاہ بھی، جس کی کشش ہر دوسری کشش پر غالب تھی۔ رنگارنگ اور بوقلموں قسم کی آبادی نے مکہ مکرمہ کی عددی طاقت میں بے پناہ اضافہ کیا اور قریش کے احلاف وموالی بہت ہوگئے۔ قرونِ وسطیٰ ہی میں نہیں، بعد کے جدید ادوار میں بھی آبادی کی کثرت یا عددی طاقت سیاسی اور فوجی طاقت پیدا کرنے کا وسیلہ بن گئی۔ مکہ مکرمہ کے قریش ان تمام اسباب سے پورے جزیرہ نمائے عرب میں محترم ومقدس، طاقت ورترین اور وسیع ترین قبیلہ بن گئے۔ (۹)

قرب وجوار کی سرسبز وشاداب وادیوں اور ان کے عظیم ترین شہر طائف اور اس کی بستیوں میں ایک دوسری دنیا آباد تھی۔ نسلِ ابراہیمی واسماعیلی کی یہ دوسری عظیم الشان شاخ تھی، جس نے شہرِ حرام و بیت اللہ کے جوار میں آبادکاری کی نیرنگی دکھائی۔ وہ قبائلی اور خاندانی تعلقات اور روابطِ قربت وقرابت کے باوجود ان شاداب وادیوں اور سرسبز قریوں میں آباد ومقیم ہوئے۔ قدرت وتقدیر کے فیصلوں کے علاوہ ان آبادکاروں کی اپنی متعدد وگوناگوں ترجیحات تھیں۔ ان میں آب وہوا اور زرخیز مٹی کی محبت بھی تھی۔ معتدل موسم اور نشاط افروز ماحول کی چاہت بھی تھی۔ زرخیز اراضی اور وادیوں سے ملنے والی زرعی دولت کی کشش بھی تھی۔ اموالِ منقولہ اور غیر منقولہ کی فطری خواہش بھی تھی اور وہ سب کچھ تھا، جسے قرآن کی زبان میں سونے چاندی کے جمع شدہ ذخائر، زرعی پیداواریں، مویشی وجان ور، آل اولاد اور اسی طرح کی مادی دولت کہا گیا ہے۔ اسی گوناگوں دولت نے ان کو یہاں آباد ومقیم کیا تھا۔ آبادکاری کے اولین لمحے سے اپنی محنت وکاری گری سے اہلِ طائف اور ساکنانِ دیارِ ثقیف نے اپنے علاقوں، وادیوں اور قریوں کو اموال میں بدل دیا۔ (۱۰)

اموال کی روز افزوں دولت نے علاقے کی سرسبزی وشادابی کے ساتھ مل کر قریش مکہ کو طائف کی طرف دھکیلا۔ ان کی روز بہ روز بڑھتی آبادی سے زیادہ ان کی تجارت کی بے پناہ آمدنی اور اس کی دولت مندی نے ان کو زرخیز اموال حاصل کرنے پر ابھارا۔ تاجر طبقات وافراد نے وطن کی محبت نہیں فراموش کی، اسی میں آباد وشاد رہے، لیکن پڑوس کی زرخیز اراضی نے ان کی دولت کو کھینچا۔ قریشی تاجروں مال داروں اور رئیسوں نے دیارِ ثقیف پر آرزو بھری نظریں ڈالیں اور ان کے اموال میں حصہ داری کی کوشش کی تو اقتصادی

اور مال کی کشاکش کے ساتھ سیاسی اور قبائلی آویزش کی بناہی پڑ گئی۔ زمین کی ہوس نے رقابت کا جذبہ جگا دیا۔ عرب تاجروں کی تاجرانہ سوجھ بوجھ اور قریش کے حلم وکرم اور طائف وثقیف کے تدبر ودور اندیشی نے مفاہمت کی راہ نکالی۔ طے پایا کہ دونوں قریوں کے افراد وطبقات کو دونوں مقامات پر آبادکاری، سکونت و قیام اور تجارت ومشغلے کی آزادی دی جائے۔ ثقیف اور طائف کے لوگ مکہ مکرمہ میں قریشِ مکہ کے اکابر و شیوخ اور ان کے خاندانوں کے حلیف بن کر آباد ومقیم ہوگئے۔ قریش مکہ کے افراد وطبقات نے شہر طائف اور دیارِ ثقیف میں آبادکاری اور سکونت کو ترجیح دی اور دونوں نے ایک نئی آبادی بنائی۔(۱۱)

مکہ مکرمہ میں ثقفی آبادکاروں اور دیارِ ثقیف میں مکی وقریشی اقامت گزاروں سے زیادہ اہم طبقہ اموال پسندوں کا تھا۔ بہت سے قریشی اکابر اور ان کے پورے پورے خاندان اقامتِ مستقل اور سکونتِ مسلسل تو مکہ مکرمہ کے اپنے محلات میں رکھتے تھے، لیکن انہوں نے دیارِ ثقیف کی سرسبز وشاداب وادیوں میں اموال واراضی حاصل کر کے وہاں اپنے غیر مستقل محلات بنائے تھے۔ دولت مند اکابرِ قریش اور مال دار تجارِ مکہ نے بڑی بڑی زرخیز اراضی، اموال، مختلف علاقوں اور وادیوں میں حاصل کر لی تھی اور صرف یہی نہیں، وہ ان ''اموال'' میں جا کر قیام بھی کرتے تھے۔ بالعموم ان کا قیام عارضی ہوتا تھا اور وہ موسم گرما کی شدت میں ہی ہوتا تھا۔ مکہ مکرمہ میں گرما کی شدت کے علاوہ ہر وقت موسم سخت رہنے کے سبب قریشی صاحبانِ اموال فصلوں پر بھی وہاں رہا کرتے تھے۔ وہ ان کی موسم گرما کی جائے سکونت ہی نہیں، ان کے زرعی پیداوار اور مال کی آماج گاہ بھی تھی۔ پیداواری دولت نے ان کی آبادکاری کی تھی۔ قریشی اموال کی دیارِ ثقیف میں موجودگی نے ان میں ہر طرح کی رشتے داری استوار کی۔ زراعت میں قریشِ مکہ کے مالکانِ اموال ثقفی باغ بانوں، کسانوں اور کاشت کاروں پر منحصر تھے کہ خود مالکان ان فنون سے قطعی بے بہرہ تھے اور ثقفی زرعی افراد ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ زراعت وتجارت اور اقتصاد کے ان اعمال نے ان میں دوسرے روابط بھی پیدا کیے اور ان میں ان کے قبائلی اور خاندانی عوامل بھی کارفرما رہے تھے۔(۱۲)

ازدواجی تعلقات نے قریشِ مکہ اور ثقیفِ طائف کو صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ ان تعلقات کے استوار کرنے میں ان کے باہمی قبائلی روابط، بل کہ ہم قبیلگی اور ہم خاندانی واقعیت کو غالباً سب سے بڑا دخل تھا۔ قبائلی روابط تو ان کو عہدِ نبوی سے کئی صدی قبل سے وابستہ ومربوط دکھاتے ہیں کہ بنو ہوازن کے مختلف ذیلی خاندان متعدد پشتوں سے وہاں آباد تھے۔ ان کے بارے میں آبادکاری کی عرب روایات افسانوی طرز کی ہیں، لیکن یہ بہ ہر حال طے شدہ ہے کہ ان کی آبادی کئی صدیوں سے وہاں قائم تھی۔ قریشِ مکہ سے ثقیف کے ازدواجی تعلقات بھی صدیوں پرانے تھے، لیکن مآخذ

قریش نے ان کو اجداد نبوی، بنو عبد مناف، کے زمانے سے زیادہ بیان کیا ہے۔ غالباً اولین ادوار، جو قصی بن کلاب اوران کے آباواجداد کا زمانہ تھا، خالص جاہلیت ولاعلمی کے زمانے تھے۔ بہ ہر حال خاندان ہاشم وعبد شمس اوران کے برادروں کے زمانے سے جوشادی بیاہ کے تعلقات ثقیف سے ملتے ہیں، وہ دونوں کے سماجی روابط ثابت کرنے کے لیے بہت کافی ہیں۔ بنو عدی، بنو تیم، بنو جمح اور بنو مخزوم وغیرہ سے ازدواجی تعلقات اوپر کی صدیوں کے تعلقات بتاتے ہیں۔(۱۳)

اصحاب الفیل کالشکر جب طائف سے گزرا تو ثقیف کے سردار مسعود بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف کچھ رجالِ ثقیف کے ساتھ ابرہہ کے پاس گئے اوران کو اپنی اطاعت وسمع وطاعت کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم تو آپ کے خلاف نہیں ہیں کہ آپ ہمارے بیت، اللات کے لیے تو آئے نہیں، آپ کا ارادہ تو مکے کا ہے، لہٰذا ہم آپ کے دلیلِ راہ ساتھ کر دیتے ہیں، جو آپ کو راستہ بتائیں گے۔ لہٰذا ابرہہ نے ان سے درگزر کیا۔ امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے چند اشعار بھی نقل کیے ہیں جن سے ثقیف کے بزرگ تر خاندان ایاد بن نزار بن معد بن عدنان کا پتا چلتا ہے۔

ازدواجی تعلقات کا سلسلہ قطعی طور سے اس کے نقطۂ آغاز سے متعین کرنا مشکل ہے، لیکن ہے بہت قدیم۔ قریش کی مکہ میں تعمیرِ شہر اور نو آباد کاری کے زمانے سے، یعنی قصی بن کلاب کے زمانے سے ان تعلقات کا سراغ ملتا ہے۔ بہ ہر حال عہدِ نبوی کے خاص حوالے سے ثقفی قریشی ازدواجی تعلقات کا اہم تر نقطۂ آغاز بنو عبد مناف سے رابطے کا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد عبد مناف کے خاندان، بنو عبد مناف کے دو بڑے قبیلوں/ خاندانوں یعنی بنو عبد شمس اور بنو ہاشم کے لڑکے لڑکیوں کی ثقیف میں شادیوں کی مسلسل روایات ملتی ہیں، جو عہدِ نبوی میں بھی جاری ہیں اوراس کے بعد بھی۔ اسی طرح ثقیف نے اپنے قریشی عزیزوں کے خاندانوں سے ہر دور، ہر نسل اور ہر پیڑھی میں ازدواجی روابط استوار اور مستحکم رکھے۔ عرب انساب کے ماہرین نے اور سیرت وتاریخ کے محققین نے ان ازدواجی رشتوں کا پتا، تعین اور تسلسل بڑی احتیاط سے لگایا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ تو یہ تھی کہ عرب اپنے نسب کو ہر طرح محفوظ رکھنا چاہتے تھے اور نسبی حفاظت اسی صورت میں ہو سکتی تھی۔ اس لیے اکابر واشخاص کے پدری نسب کے ساتھ ساتھ مادری نسب کا تعین بھی کیا جاتا ہے اوراس کو از حد ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ان کا تو یہ حالِ احتیاط تھا کہ وہ ان کے مادری نسبوں کی نسبت سے ان کے فرزندوں اور دختروں کے ماں جائے بھائی بہنوں، اخوتہم/ اخواتہم لامہم، کا بھی ذکر ضروری سمجھتے تھے کہ ان ماں جائے بھائی بہنوں کا رشتہ نہ صرف قبائلی، بل کہ سماجی یگانگت کا مظہر بن جاتا تھا۔(۱۴)

قریشِ مکہ اور ثقیفِ طائف کے درمیان سماجی روابط کی ایک گونا گوں کہکشاں بھی نظر آتی ہے۔ ان میں خون کی رنگ آمیزی کے ساتھ دودھ کی رشتے داری بہت اہم اور موثر وجہِ یگانگت تھی۔ رضاعت کی یہ روایت بڑی مستحکم تھی۔ قریشِ مکہ کے مختلف افراد وطبقات کی اولادوں، فرزندوں اور دختروں دونوں، کے رضاعی سلسلے دوسرے عرب قبائل سے بھی تھے، لیکن ثقیفِ طائف یا دیارِ ثقیف و ہوازن کے خاص خاندانوں سے ان کے بچوں کی رضاعت کا معاملہ بہت خاص نظر آتا ہے۔ اول تو یہ امتیاز دیارِ ہوازن و ثقیف کے خاندان ہائے رضاعت کو حاصل ہے کہ ان کی ماؤں نے قریشی بچوں بچیوں کو دودھ پلایا، مگر کسی قریشی ماں اور مکی مرضعہ نے ثقفی/ ہوازنی بچوں کو بھی اپنے خونِ جگر اور لبنِ دل سے پالا ہو، اس کا ذکر قطعی نہیں ملتا۔ دوسرے یہ کہ قریشِ مکہ کے شیوخ و اکابر نے اپنے بچوں بچیوں کی رضاعت کے لیے بالعموم ہوازن کے مختلف خاندانوں کا انتخاب کیوں کیا؟ عام سیرت نگار اور ان کے شارحین بالعموم یہ توجیہ کرتے ہیں کہ قریشِ مکہ اور دوسرے قبائلِ عرب کے اکابر رضاعت اور پرورش کے لیے دیہات یا بدوی فضا کو زیادہ پسند کرتے تھے، کیوں کہ وہ شہری آب وہوا سے زیادہ پاک وصاف اور صحت افزا ہوتی تھی۔ دوسری توجیہ بھی کی جاتی ہے کہ بدوی زبانِ عربی خالص ہوتی تھی اور اس میں شہری زبان کی ملاوٹیں نہیں ہوتی تھیں، وہ فصیح تر ہوتی تھی۔ بعض اور توجیہات بھی کی گئی ہیں، لیکن وہ صرف ان شارحوں اور راویوں کے قیاسات واستنباطات ہی ہیں کہ تجزیے وتحلیل سے وہ درست ثابت نہیں ہوتے۔ بدوی آب وہوا اور فضا دوسرے علاقے میں بھی تھی اور زیادہ شاندار اور صحت افزا بھی تھی۔ زبانِ عربی کی فصاحت وبلاغت میں قریشِ مکہ کا ہمسر کوئی نہ تھا کہ قرآن مجید جیسا بلیغ وفصیح کلام ان ہی کی زبان میں اترا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ طائف اور دیارِ ثقیف کی قربتِ جغرافیائی اور مکہ مکرمہ سے اس کی نسبی اور علاقائی قربت وغیرہ نے قریشِ مکہ کو دیارِ ثقیف کے بدوی علاقوں میں رضاعت کے لیے آمادہ کیا تھا۔ ان کی فصاحت وبلاغت کا دوسرا درجہ تھا اور وہ بھی باعث بنا تھا، لیکن اصل محرک غالباً یہ واقعہ بنا تھا کہ دیارِ ثقیف و ہوازن کے خاندان بالخصوص بنوسعد بن بکر نے رضاعت کے مادرانہ پیشے میں بےنظیر و بےمثال تفوق وامتیاز حاصل کرلیا تھا۔ سعدی/ثقفی ماؤں کی رضاعت میں حقیقی ماؤں کی الفت ومحبت بھی شامل تھی اور اسی کے ساتھ ان کے دودھ کی خالص تاثیر بھی۔ اس پر مستزاد تھی ان کی حضانت اور پرورش کی آدم ساز صلاحیت ولیاقت۔ (۱۵)

سماجی اور اقتصادی روابطِ باہمی میں قریشِ مکہ اور ثقیفِ طائف کے درمیان بالخصوص تجارت و سوداگری کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ قریشِ مکہ مقامی، علاقائی اور ملک گیر تجارت کے علاوہ بین الاقوامی تجارت میں پورے عرب میں سرفہرست تھے۔ ان کے تین بنیادی میدانِ تجارت تھے:

۱۔ مختلف مقاماتِ عرب پر منعقد ہونے والے ماہانہ اسواقِ (بازارِ) عرب، جو بین الاقوامی بھی تھے۔

۲۔ جزیرہ نمائے عرب کے مختلف بلادو امصار کی تجارتی منڈیاں، جیسے جرش (یمن)، تبالہ، طائف، صنعاوغیرہ شامل تھیں۔

۳۔ دو بین الاقوامی شاہ راہِ تجارت پر وہ موسم گرما اور سرما میں مسلسل سفر کر کے جنوب میں یمن سے اور شمال میں شام سے تجارت کرتے تھے اور یہ مغربی شاہ راہ تجارت کہلاتی تھی، جو قریشی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی تھی اور اس کا خاص ذکر سورۂ ایلاف میں آیا ہے۔ دوسری مشرقی شاہ راہِ تجارت تھی، جو مکہ، طائف اور دیارِ ثقیف کے پار نجد سے ہوتی ہوئی ایران وخراسان تک جاتی تھی اور عراق وغیرہ سے بھی تجارتی راہیں کھولتی تھی۔ ظاہر ہے کہ قریشی تجاران دونوں شاہ راہوں پر واقع شہروں اور منڈیوں میں بھی تجارت کرتے تھے۔ قریشؓ کے ثقیف اور دیارِ ہوازن سے خاص تجارتی تعلقات بھی تھے اور ان کی اس تجارت کی اقتصادی اور سماجی اہمیت بھی تھی۔ (۱۶)

ہوازن وثقیف کے زرعی فارموں کی پیداواریں اور ان میں سے بعض کی مصنوعات، جیسے انگور اور مکئی کی شرابیں خاص تھیں۔ ان کے علاوہ ان کی دوسری مصنوعات اور برآمدات بھی تھیں، جو مکے کی تجارتی منڈی کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بہت مقبول تھیں۔ ثقیف وہوازن کے صاحبانِ اموال اور سوداگرانِ سامان اپنے چھوٹے بڑے تجارتی قافلوں کے ساتھ مکہ برابر جاتے تھے۔ ان کے بڑے تجار اور دولت مند سوداگرانِ مال مکے کے راستے اور منڈی سے ہی گزر کر شمال میں مدینہ منورہ اور شام تک مار کرتے تھے اور جنوب میں وہ نخلہ اور مکے کی شاہ راہِ تجارت کے ساتھ یمن اور جنوبی عرب کے بڑے تجارتی مراکز کے علاوہ نجد اور وسطی عرب بھی جاتے تھے۔ مکہ مکرمہ کی مذہبی مرکزیت اور قریش کی سماجی اہمیت جیسی ہوازن و ثقیف کی تجارتی اور سماجی مرتبت نہ تھی، تاہم ان کی اہمیت ضرور تھی۔ دوسرے مراکز کے عرب تاجر مکہ مکرمہ کی منڈیوں کے ساتھ ساتھ طائف اور دیارِ ثقیف کے بازاروں اور منڈیوں کے بھی پھیرے لگاتے تھے۔ طائف کے حصار کی تعمیر اموال اور زرعی فارموں کی تشکیل وترقی میں مقامی شیوخ واکابر کے علاوہ غیر ملکی یا آفاقی تاجروں نے بھی حصہ لیا تھا۔ تجارت وزراعت اور صنعت کی حسین ترین آمیزش نے بہت سے تاجروں کو طائف اور دیارِ ہوازن کی طرف بلایا اور کھینچا تھا۔ (۱۷)

عرب سماجی زندگی میں آباد کاری اور عمرانی ترقی کا ایک دل چسپ اور حیرت انگیز عنصر موالی اور حلفا فراہم کرتے تھے۔ علاقۂ غیر کے اور بدوی یا شہری قبائل کے افراد خاص کر مختلف شہروں اور قریوں میں مختلف وجوہ سے جا کر بس جایا کرتے تھے۔ وہ کسی نہ کسی شیخ خاندان یا رئیسِ قوم کے موالی (رشتۂ ولا سے مولیٰ/

معاہد) بن جایا کرتے تھے اور ان کے خاندان وقوم کے ارکان ہو جاتے۔ اہم ترین افراد اور ان سے زیادہ طبقات دوسرے علاقوں سے مختلف وجوہ سے ہجرت کرتے اور اپنی پسند کے شہر وقریے میں جا بستے۔ وہ اہم تر سماجی حیثیت رکھتے تھے اور خاندان وبطن قبیلہ یا ان کے شیخ ورئیس کے حلیف (دوست/ معاہد) بن جاتے۔ ہوازن وثقیف میں بھی ایسے عناصر تھے اور ان میں سے بعض کی حیثیت تو خالص حلیفانہ تھی اور وہ احلاف کہلاتے بھی تھے۔ طائف کے آبادکاروں میں ایسے موالی وحلفا کی بھی ایک خاصی تعداد تھی، جو اپنے علاقے اور قبیلے میں جنایت (جرم) کر کے آئے تھے۔ ان کو عرب دستور کے مطابق جوار وپناہ مل جاتی تھی۔ ان کے قتل، چوری، ڈکیتی، بے ایمانی اور دوسری مجرمانہ حرکتوں کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ دراصل ''عرب انا'' اور ''عربی مروّت'' کے تقاضے کے تحت جوار اور پناہ مانگنے والوں کو انکار نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ عرب خاندان کی عزت کا معاملہ تھا۔ جوار وپناہ، ولا وحلف اور دوستی اور مروت سے انکار یا پہلو تہی کو اس شخص کی کم زوری، رئیس کی لاچاری اور خاندان کی بے کسی گردانا جاتا اور اس کے سبب وہ شخص، رئیس اور خاندان نہ صرف اپنے علاقے میں، بل کہ دوسرے دیار وامصار عرب میں بھی برا بن جاتا تھا۔ (۱۸)

جزیرہ نمائے عرب کے دوسرے علاقوں سے بھاگ کر طائف و مکے میں پناہ حاصل کرنے والے اور سکونت رکھنے والے بہت تھے۔ ان میں سب سے دل چسپ ان ''مجرمانِ قریتین'' کا معاملہ ہے، جو اپنے شہر اور خاندان کے لوگوں کے خلاف جرم وجنایت کر کے دوسرے شہر میں جا بسے تھے۔ مکے کے قریش کے بعض افراد وطبقات نے اسی طرح ثقیف وطائف میں جوار اور پناہ لی تھی اور کسی نہ کسی قریشی رئیس کے مولیٰ وحلیف بن گئے تھے۔ ان سے زیادہ شاید ثقفی خطاکاروں کا طبقہ تھا، جو اپنے ثقفی وہوازنی رشتے داروں کی گردنیں کاٹ کر اور مال لوٹ کر مکے میں طالبِ پناہ ہوا تھا۔ بعض، بل کہ بیش تر ایسے ثقفی حلفائے قریش تھے جو بہتر سماجی اور وسیع تر قبائلی وجوہ واسباب کی بنا پر مکہ مکرمہ میں بود وباش اختیار کر گئے تھے۔ ان میں تجارتی، سماجی، معاشی اور قبائلی اسباب وعلل کے علاوہ بعض دینی اور مذہبی اسباب بھی ہو سکتے تھے اور واقعتاً تھے بھی۔ مکہ مکرمہ میں ثقفی آبادکاروں کا بیش تر حصہ ان ہی اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب کے لیے قریش کے درمیان آباد ہو گیا تھا۔ (۱۹)

ان ہی نوع بہ نوع اور قسما قسم سماجی، اقتصادی، مذہبی، تمدنی اور قومی وجوہ سے دونوں شہروں کے درمیان، قریش مکہ اور ثقیفِ طائف/ ہوازن دیدار کے درمیان، مسلسل سماجی زیارتوں کا ایک شان دار سلسلہ ہر زمانے میں جاری وقائم رہا۔ یہ واقعیت وحقیقت کسی سند وروایت کی محتاج نہیں ہے کہ دوسرے عربوں کی مانند ثقیف وہوازن کے لوگ بیت اللہ کی زیارت کو آتے تھے۔ حج کے مواسم میں ان کے

طبقات وگروہ اور قبائل وبطون آتے تھے اور مناسکِ حج ادا کرتے تھے اور عمرہ وزیارت کے لیے تو سال بھر آتے ہی رہتے تھے، کیوں کہ وہ بھی دینِ ابراہیمی اسماعیلی کے پیروکار تھے اور بت پرستی اور شرک کے باوجود دینِ حنیفی کے کئی مراسم کو بہ جالانے پر فخر کرتے تھے۔

بت پرستی اور شرک کی نجاست اپنی جگہ، مگر اس کی وجہ سے ثقیف وہوازن کے لوگ اصنامِ حرم کی پوجا کے لیے مکے آتے اور قریشِ مکہ بعض دوسرے عرب قبیلوں اور خاندانوں کی مانند طائف وثقیف کے اصنام، خاص کر ان کے صنم اعظم لات کے پجاری تھے اور مختلف مواقع پر خاص کر سالانہ عیدوں اور تہواروں کے مواقع پر قریشی افراد وطبقات صنم کدۂ لات پر حاضری ضرور دیتے تھے۔ سیرت نگاروں نے مختلف اصنامِ عرب اور ان کے بت کدوں کا ذکر کرنے کے ساتھ اس کی صراحت کی ہے کہ ان کی پوجا اور پرستش کون کون سے قبیلے کرتے تھے۔ بت پرستی اور شرک نے ان دونوں قریوں کے لوگوں کو بھی ان کے صنم کدوں اور اصنام سے باندھ دیا تھا۔ (۲۰)

یہ دل چسپ مذہبی ارتقا ہے کہ جب عرب کے رواجی دین و مذہب، بت پرستی وشرک کے خلاف حنیفیت کی تحریک اٹھی تو اس نے مختلف مقامات کے احناف کے درمیان احتجاج واحتراز میں شراکت اور باہمی مفاہمت بھی پیدا کردی۔ بالعموم چار مشہور ترین احنافِ قریش کا ذکر سیرت نبوی کے باب میں کیا جاتا ہے، مگر واقعہ یہ ہے کہ دینِ حق اور دینِ حنیفی کے متلاشی ہر خطے میں تھے۔ ہر زمانے اور ہر علاقے یا شہر وقریے میں افرادِ حنیف تو ہمیشہ رہے، لیکن عہدِ نبوی کے قریب ان کی تعداد بڑھی اور ان میں باہمی یگانگت بھی بڑھی۔ ثقفی/ ہوازنی احناف کا قریشی احناف سے سماجی اور دینی رابطہ ان کی زیارتوں، مفاہمتوں اور ان کے اشعار ومراسلات میں نظر آتا ہے۔ (۲۱)

خالص سماجی زیارات کا ایک غیر منقطع اور مسلسل ومدام سلسلہ ثقیفِ طائف اور قریشِ مکہ کے افراد کے درمیان نظر آتا ہے۔ رضاعی مائیں، بہنیں، خالائیں اور پھوپھیاں اور دوسری نسوانی پیکرانِ محبت و الفت اپنے رضاعی بچوں، بچیوں اور ان کے خاندانوں کی زیارت کے لیے مکے آیا کرتی تھیں، حتی کہ ان کے مرد رشتے دار، رضاعی باپ چچا اور بھائی وغیرہ بھی اس سماجی زیارت ورشتۂ الفت باندھنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ، ان کی ایک بہن اور نند کی بھاوج اور دوسرے رشتے داروں کا حضرت خدیجہ اور رسولِ اکرم ﷺ کے پاس آنا ثابت ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں دو امہات المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے رضاعی چچاؤں نے بھی مدتوں بعد اپنی بچیوں کی زیارت کی تھی۔ (۲۲)

رضاعی اولادوں اور ان کے سرپرستوں، خاص کر آبا داعمام وغیرہ کا رضاعی رشتے داروں کی

زیارت کو جانا کچھ بعید نہیں ہے، کیوں کہ عرب دستورِ محبت میں رشتے داروں اور عزیزوں کی زیارت کو وقتاً فوقتاً جانا ضروری تھا اور اسے سب ہی نبھاتے تھے۔ ان میں خون کے رشتوں، خاص کر مادری عزیزوں، ننہالوں (اخوال) کی زیارتوں کا ذکر زیادہ تسلسل اور استناد کے ساتھ ملتا ہے۔ عبد المطلب ہاشمی اپنے ننہالی رشتے داروں سے ملاقات وزیارت کے لیے ہر سال مدینہ منورہ جایا کرتے تھے اور بنو النجار کے ہاں قیام کرتے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کے ساتھ پانچ چھ سال کی عمر شریف میں زیارتِ مدینہ اسی جدی گردش کا عطیہ تھا۔ دوسرے ننہالی رشتے داروں کے علاوہ ماں جائے بھائی بہنوں سے ملاقات وزیارت کا بھی ایک سماجی دستور ہر زمانے اور ہر علاقے میں رہا تھا۔ خون اور شیر مادر کی اسی عظیم وحسین رشتے داری کی یہ دولت اور مصاہرت وازدواج کے سماجی بندھنوں کی وجہ سے بسا اوقات مادری قبیلوں اور مادری رشتہ داروں نے اپنے عزیزوں کی فوجی، سیاسی، اخلاقی، مالی اور سماجی امداد بھی مختلف اوقات میں کی تھی۔ عرب روایات کے مطابق قصی بن کلاب کو مکے کی سیادت دلانے میں ان کے شمالی قبیلے کے بنو عذرہ کے عزیزوں نے بڑا کردار ادا کیا تھا۔ عبد المطلب ہاشمی کا حقِ ولایت وحکم رانی دلانے میں ان کے نجاری/خزرجی عزیزوں نے قریش کے بعض طاقت ور افراد سے بھی ٹکر لے لی تھی۔ ان تمام واقعات وفرائض کی بنا پر یہ بھی یقینی ہے کہ دودھ اور رضاعت کے رشتوں نے بھی رضاعی اولادوں کو اپنے رضاعی رشتے داروں کی زیارت پر اکسایا تھا اور وہ ان کے ساتھ وقتاً فوقتاً حسن سلوک کے لیے اور محض دیدار وزیارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ (۲۳)

خاص مواقع جیسے تقریباتِ شادی وغم پر رضاعی اور خونی عزیزوں کی باہمی زیارتوں کے امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ خاص کر ثقیف وہوازن کے علاقے کے رشتے داروں کو مکہ مکرمہ اور قریش کے عزیزوں کے پاس آنے کے لیے کسی بہانے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ ازدواجی اور شادی بیاہ کے رشتوں کی وجہ سے ثقفی اور قریشی خاندانوں کے افراد وطبقات باہمی زیارتوں کے لیے جاتے ہی رہتے تھے۔ ثقفی لڑکیاں اور قریشی بیٹیاں اپنے اپنے والدین اور عزیزوں سے ملنے ملانے کے لیے برابر طائف ودیار ہوازن اور مکہ آتی جاتی رہتی تھیں۔ یہی معاملہ ان کے شوہروں، ان کی اولادوں اور ان کے خاندان والوں کا تھا۔ یہ عرب مروت سے زیادہ صلہ رحمی اور قرابت کا معاملہ تھا۔ شادی بیاہ، بیماری وآزاری، مرگ وموت اور ایسے ہی واقعۂ خاص وغیرہ پر قریشِ مکہ اور ثقیفِ طائف کے درمیان باہمی زیارت کا باب کھلا ہوا تھا۔ قومی معاملات میں ثقیف وہوازن نے ہمیشہ قریش مکہ کا ساتھ دیا اور ان دونوں کے اکابر وشیوخ ساتھ ساتھ وفود میں جاتے رہے، جیسے سیف ذی یزن کی فتحِ عرب پر مبارک باد دینے کے لیے قریشی عرب

وفد میں ثقیف کے شاعر امیہ بن ابی الصلت عبد المطلب ہاشمی کے ساتھ تھے۔(۲۴)

ثقیف و ہوازن اور ان کے دیار سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص واقفیت اور ارتباط کا مطالعہ ان کے باہمی روابط کے تناظر میں کرنا چاہیے جو نہیں کیا جاتا۔ بالعموم سیرت نگار روایت پرستی کی پابندی کے سبب جزوی اور ان میل رشتے داری کا ذکر کرتے ہیں۔۱۰ انبوی/ ۶۲۰ء میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور سفرِ طائف پر ان سب کے بیانات یہ تاثر دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ثقیف و ہوازن سے یہ پہلا واسطہ تھا اور ایک دو کے سوا تمام تر اس سفر مبارک کا مقصد و محرک بھی صحیح نہیں بتاتے اور نہ انتخاب طائف کا سبب۔ کسی نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنوسعد بن بکر میں رضاعت کی بنا پر اس علاقے کو رضاعی رشتہ داروں کا گھر بتایا ہے، مگر اس کا طائف سے بہ راہِ راست کیا تعلق تھا؟ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے طائف کے ثقیف کو رسول اللہ کے ماموں (اخوال) بتا کر ایک محرک تلاش کیا ہے، لیکن وہ اور زیادہ غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مادری نسب کی بنا پر بنوزہرہ/ قریش آپ ﷺ کے اخوال/ ماموں تھے۔ غالباً بنوزہرہ کے حلیف اخنس بن شریق ثقفی کے حلف و رشتے کی بنا پر ان کا خیال اس ننہالی رشتے کی طرف گیا، جو بالکل صحیح نہیں ہے۔ بنوزہرہ کے حلیف ثقفی سادات مکہ مکرمہ میں اخوال/ ماموؤں کا رشتہ پا سکتے تھے، مگر ان کا ثقیفِ طائف سے کیا رشتہ تھا؟(۲۵)

ہوازن وثقیف اور ان کے بیش تر خاندانوں سے اور ان کے بڑے بڑے اکابر و سادات سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی واقفیت پرانی تھی۔ ازدواجی تعلقات، تجارتی واقتصادی روابط، سماجی اور تمدنی علاقات کی بنا پر رسولِ اکرم ﷺ اپنے آبا و اجداد کے حوالے سے ان کو جانتے تھے۔ مختلف قریشی خاندانوں کے بزرگوں، مردوں، عورتوں اور بالخصوص اکابر و سادات نے اپنے ثقفی روابط سے آپ ﷺ کو علمی اور عملی دونوں طریقوں سے آگاہ کیا تھا۔ ثقفی زائرین و زائراتِ بیت اللہ نے، حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں نے، تجارت و اقتصاد سے وابستہ لوگوں نے بھی آگاہی بخشی تھی۔ مکے اور طائف و دیارِ ہوازن کے درمیان مسلسل آنے جانے والوں اور سماجی زیارات کرنے والوں نے بھی ان کے باہمی روابط کا علم دیا تھا۔ بہ نفس نفیس رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی علم و شخصی تجربہ مکے کے قریش اور طائف کے ثقیف و ہوازن کے بارے میں سب سے بڑا ذریعۂ علم تھا۔ ابھی آنکھ کی پتلی میں شعور کی کرن بھی نہ جاگی تھی کہ بنوسعد بن بکر/ ہوازن کے علاقے میں رضاعت و حضانت کے لیے ذات گرامی پہنچی۔ اسی دیارِ محبت و الفت میں شعور و ادراک کی اولین کرنیں قلب و نظر اور ذہن و دماغ کے دروں خانوں میں پیوست ہوئیں۔ اولین سنینِ شعور اور اخذ و قبول کے پانچ برسوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیار

بنی سعد بن بکر، ان کے مرد وزن، ان کے سماج وتمدن اور اقدار واصولِ معاشرت سے بنیادی سبق سیکھے، جو زندگی بھر کے ادوار کے لیے سنگ میل بن گئے۔

لڑکپن سے جوانی تک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثقیفِ طائف اور قریشِ مکہ کے باہمی روابط کا علم مختلف ذرائع سے ہوتا رہا تھا۔ ان کا ذکر اوپر آچکا ہے، جیسے زائرینِ بیت اللہ، تاجر وسوداگرانِ قوم اور دوسرے آنے جانے والوں کے مسلسل دوروں اور زیارتوں سے۔ اس دوران رسولِ اکرم ﷺ کے مختلف عزیزوں، بالخصوص بنوعبد مناف کے جوانوں اور دختروں کی شادیاں ثقیف میں ہوئیں۔ ان دونوں کے عزیزوں اور رشتے داروں کی سماجی تقریبات میں شرکت وآمدورفت نے بھی باہمی تعلقات کے علم کو وسیع کیا اور خود آپ ﷺ کی سعدی، ثقفی اور دوسری ہوازنی شخصیات سے ذاتی ملاقاتیں اور زیارتیں بھی ان کے بارے میں اطلاعات فراہم کرتی رہیں۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے خاندان کے لوگوں کی وقتاً فوقتاً مکے آمد اور بیت نبوی میں ان کی حاضری نے ان رضاعی جاں نثاروں کے بارے میں بڑی مہر آمیز معلومات اور انتہائی قیمتی سماجی تصریحات گوش وہوش کو عطا کی تھیں۔ ان میں غالباً سب سے تازہ ترین معلومات یا تو ان رضاعی رشتے داروں کے ذریعے آپ ﷺ تک اور آپ کے گھر تک پہنچی تھیں یا ان حاجیوں کے ذریعے اور ان سے زیادہ عمرہ کرنے والوں کے ذریعے آپ ﷺ تک آتی تھیں، جو سالانہ یا مختلف اوقات میں مکے آتے تھے۔(۲۶)

نبوی تجارتی مشغلے نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جزیرہ نمائے عرب کے طول وعرض کے لوگوں، ان کے بلاد وامصار، ان کے تہذیب وتمدن، ان کے سماجی طور طریقوں اور مختلف دوسری چیزوں سے ہی آگاہ نہیں کیا تھا، بل کہ اسواقِ عرب کے تاجرانِ آفاقی اور تاجرانِ ہند وایران وغیرہ سے بھی شناسائی عطا کی تھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد احادیث سے علاقۂ عبدالقیس (مشرقی عرب: عمان و بحرین وسرحدِ ایران) سے آپ ﷺ کی تجارتی اور سماجی شناسائی کے ساتھ ہندی تاجروں سے ملاقات و واقفیت کو یمن کے لوگوں اور ان کے اسواق کے حوالے سے بتاتی ہیں۔ بصریٰ وشام کے عیسائی و یہودی عناصر سے بھی واقفیت اسی ذریعے نے فراہم کی تھی۔ اسواقِ عرب میں جرش، صنعا، تبالہ، حباشہ اور دومہ وغیرہ کا ذکر بھی مسلسل ملتا ہے اور ان کا حوالہ بعض اہلِ سیر نے بھی دیا ہے۔ بیس سال کی جوان عمرِ شریف سے چالیس سال کے پختہ اور فطین سنِ مبارک تک مسلسل تجارتی مشغلہ دیارِ عرب میں جاری رہا۔ اس طویل مدت بیس سالہ تجارتی مشغلے کے دوران کیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ثقفی تجارت سے غیر وابستگی سوچی جاسکتی ہے؟ بلاشبہ خاص روایات کا فقدان ہے، جو رواۃِ سیرت کا قصور ہے، لیکن واقعات وشواہد اور

قرائن ثابت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ ثقیفِ طائف اور ہوازنِ دیار کے لوگوں سے ان تجارتی اسفار، تجربات، لین دین اور میل جول کے زمانے میں ضرور واقف ہوئے تھے۔(۲۷)

بعثت و رسالت کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تر دوڑ دھوپ اور سفر وحضر کی مشغولیت صرف تبلیغ کے لیے وقف ہوگئی تھی اور آپ نے اپنے دنیاوی کاموں اور تجارتی مشغلوں کو، جو خالص دنیاوی بھی نہ تھے، اپنے گماشتوں کے ذریعے جاری رکھا تھا۔ لیکن لوگوں سے ملاقاتوں، اطراف و جوانب کے آنے جانے والوں کی زیارتوں اور حج وعمرہ کرنے والوں اور تاجروں وغیرہ سے مکہ مکرمہ کے مختلف مقامات، مقاماتِ حج وعمرہ کے مناسک سے وابستہ ڈیروں اور مقدس جگہوں کا ایک طویل سے طویل تر سلسلہ ملتا ہے۔ بعثتِ محمدی ایسا عجیب واقعہ تھا، جس کا چرچا ہر طرح کے کاروانوں اور ان کے افراد کی زبانوں پر رہتا تھا اور بہ قولِ اہلِ سیر وہی سب سے زیادہ رسولِ اکرم ﷺ کی شخصیت، آپ کے پیغام اور اس کے اثرات ونتائج کو کونے کونے میں پھیلا دیتے تھے۔ اہلِ ایمان سے زیادہ دشمنوں اور مخالفوں کے منفی پروپیگنڈوں کے شر میں خیر کا یہ پہلو تھا کہ وہ بالواسطہ آپ ﷺ کا چرچا عام کرتے تھے۔ باہر کے لوگوں کو آپ سے ملاقات کرنے اور گفت گو کرنے سے روکتے تھے اور اس کے لیے بہانے بناتے تھے، مگر ان کے مثبت اثرات نکلتے تھے۔ دوسرے قبائلِ عرب اور اشخاص وافراد وطبقات کے علاوہ ثقیف وہوازن کے لوگوں نے بھی اس چرچے کو خوب خوب سنا تھا اور دوسروں کی مانند کسی نے اسے مسترد کر دیا تھا، کسی نے قبول کیا تھا، کوئی ملاقات کیے بغیر لوٹ گیا تھا اور کوئی مل کر ہی گیا تھا۔(۲۸)

علاقۂ ہوازن اور دیارِ ثقیف کے لوگوں میں سے ایک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ حضرت حارثؓ بن عبدالعزیٰ سعدی تھے، جن کو قریش کے اکابر نے ورغلایا، مگر وہ حاضرِ خدمت ہو کر طالبِ حق ہوئے اور کلامِ نبوی سے متاثر ہو کر اسلام لائے اور باعثِ تبلیغ بنے۔ ان ہی کی مثال اور تقلید میں آپ ﷺ کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے اور ان کے بعض دوسرے عزیزوں نے مکے میں اسلام قبول کیا تھا۔ بہت سے ثقفی، سعدی اور ہوازنی مرد وعورت اس دوران مختلف ضرورتوں سے مکہ مکرمہ آتے رہے تھے، وہ بھی آپ ﷺ سے واقف ہوئے تھے اور آپ سے زیادہ آپ کے کلام و پیغام اور مقصد ومقصود سے آگاہ ہوئے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ان عوام کا حوالہ خواص نے نہیں دیا۔ امیہ بن ابی الصلت ثقفی جیسے شاعر وحنیف اور شیخ وسید نے پیغامِ اسلام اور آوازۂ محمدی سن کر ملاقاتِ نبوی کے لیے قصدِ زیارت کیا، مگر مکہ مکرمہ کے بعض دور اندیش اور چالاک لوگوں کے بہکاوے میں آ کر ملاقات وصحبت و اسلام سے محروم رہ گیا۔ مکہ مکرمہ میں مقیم ورہائش پذیر ثقفی خاندانوں اور ان کے سادات واکابر کا معاملہ

قریش کے خاندانوں اوران کے اکابر جیسا تھا۔ اخنس بن شریق ثقفی اپنے دوقریشی ہم پلہ اکابر ابوسفیان بن حرب اموی اورابوجہل بن ہشام مخزومی کے ساتھ ہرروز آپ ﷺ کو دیکھتے، راتوں کوچھپ کرتلاوتِ قرآن کریم سنتے اوردن رات اسلام کا پیغام سنتے اور پڑھتے، مگراسے نخوت وانا کے سبب قریش کے متمرد اور باغی اکابر کی طرح نہیں تسلیم کرتے تھے، حال آں کہ ان کی واقفیت وآگاہی میں کوئی خامی نہ تھی۔

دس سنہ نبوی/ ۶۲۰ءعیسوی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور سفرِ طائف کا مطالعہ اس بسیط ووقیع تاریخی تناظر میں کرنا چاہیے۔ اہلِ سیر اور محققین سیرت خواہ کریں نہ کریں، رسولِ اکرم ﷺ نے جب یہ سفرِ مبارک کیا تھا تو آپ ﷺ کے ذہن وقلب اورعلم وتجربے میں یہ تمام جدی وآبائی معلومات اور شخصی ونجی تجربات اورجدید ترین آگاہیاں موجود وکارفرما تھیں۔ آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے طائف وثقیف کی طرف جب اور جیسے عازم سفر ہوئے تھے، آپ ﷺ کو قریش وطائف کے روابط کا پورا علم تھا۔ مستشرقین میں سے بعض کے خیال سے کہ رسولِ اکرم ﷺ طائف کے دشمن علاقے میں گئے تھے، مسلم اہل قلم بھی متاثر ہوگئے ہیں، حال آں کہ وہ حلیف وعزیز اور دوست علاقہ تھا۔ اہلِ طائف اوران کے ساداتِ ثقیف بھی پوری طرح آپ ﷺ کے پیغام ومقصد اورآپ کی شخصیت وذات سے خوب واقف تھے۔ ان کے عوام وخواص اورسب سے زیادہ ثقیف کے تین حاکموں اوررئیسوں کا طرزِعمل اسلامی نقطۂ نظر سے خواہ کتنا ہی بدنما اور برا کیوں نہ ہو، وہ ان کی قومی پالیسی، علاقائی سیاست اورقریش وثقیف وہوازن کی باہمی مفاہمت کے عین مطابق تھا اوراس کا ادراک آپ ﷺ کو بھی تھا۔ تینوں ساداتِ ثقیف کے مذکورہ ومبینہ جوابات بالکل اسی طرح کے تھے، جیسے قریش کے متمرد اور سرکش اکابر دیتے رہے تھے۔ طائف کے تجربات اور قیام کے واقعات میں پوری طرح قریشی رنگ وطریق جھلکتا ہے، البتہ سخت پتھرزنی کا واقعہ خوں چکاں ضرور تھا۔ مگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حزن وملال اورغم واندوہ ان کے جوابات پر تھا، نہ کہ ان کے اوباشوں کے طریقِ تعذیب ومظالم پرستی پر، آپ ﷺ کا سارا اندوہ اس واقعے پر تھا کہ انہوں نے آپ کی درخواستِ خاص مسترد کردی تھی، جوحمایت ونصرت اورجوار کے بارے میں تھی۔

اہلِ سیر اور محققین میں سے بعض نے اس کا، یعنی اس خاص درخواستِ نبوی اورسفر طائف کے اصل مقصد کا ادراک کیا ہے، مگر بیش تر نے اسے تبلیغِ دین اوراشاعتِ اسلام کے بیان کے جوش وخروش میں نظر انداز کرکے اس سے نظرِ بینا بھی ہٹادی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفرِ مبارک دوتوام مقاصد سے تھا: اول ثقیف وطائف کے سادات اسلام قبول کرلیں تو ان کے عوام ان کی پیروی کریں گے اوراس طرح وہ پورا دیار وحصارِ طائف مسلمان ہوجائے گا اوررسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ازخود ایک پناہ گاہ، مرکز اورحمایت و

نصرت گاہ مل جائے گی۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ اکابر وسادات طائف اسلام قبول بھی نہ کریں، صرف آپ ﷺ کو اپنی جوارِ نصرت وحمایت میں لے لیں تو بھی مقصود حاصل ہو جائے گا۔ دراصل یہ دوسرا مقصد محرک ہی اس سفرِ طائف کا باعث بنا تھا، کیوں کہ آپ ﷺ ابولہب کے جوار وحمایت سے ہاتھ اٹھا لینے کے سبب مکہ مکرمہ میں قریش کے درمیان بلا جوار اور بلا حامی وناصر رہ گئے تھے، جیسے ابوطالب کی زندگی میں تھے۔ اس مقصد و مقصود کی تائید وتوثیق واقعات وشواہد سے یوں ہوتی ہے کہ طائف سے واپسی پر شہر حرام میں داخل ہونے سے قبل آپ ﷺ نے بنوعبدمناف کے ایک اور سردار اور رشتے کے چچا مطعم بن عدی/نوفل کی جوار وحمایت حاصل کر لی تھی اور اسی کے سائے میں آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں قریش کے درمیان باقی تین سال گذارے تھے، مطعم بن عدی نوفلی آخر تک ابوطالب ہاشمی کی طرح اسلام نہیں لائے، مگر آپ ﷺ کے حامی وناصر رہے۔

سفرِ طائف سے جس حکمتِ عملی کا آغاز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، یعنی طاقت ور قبیلے اور موثر شیخ کی جوار وحمایت کا واحد مطالبہ، وہ تین برسوں تک برابر جاری رہا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تمام بڑے قبیلوں اور ان کے سرداروں سے وہ مطالبہ کرتے رہے۔ اکثر وبیش تر نے تو اس کو مختلف وجوہ واسباب اور اعذار سے مسترد کر دیا، مگر بعض نے اس کے قبول وتسلیم کے لیے بعض شرائط لگائیں اور وہ شرائط آپ ﷺ نے مسترد فرما دیں کہ قبولِ حق اور تسلیم ورضا میں شرطوں پر سودا نہیں ہوتا، وہاں تو صرف طلب ومطالبہٴ نبوی پر سرِ تسلیم بلا جھجک جھکا کر دینے پر معاملہ ہوتا ہے۔ خزرج کے چھ سرداروں نے بالآخر اسی سال ان کو قبول کر لیا، لیکن آپ ﷺ کی ہجرت اور حقیقی وواقعاتی حمایت ونصرت کے لیے دو سال کی مزید مہلت مانگی اور جب اس دوران مدینے کے قبائل کی اور ان سے زیادہ ان کے سادات وشیوخ کی حمایت ونصرت مل گئی تو آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ وقریش سے مدینے میں انصار کے درمیان اسلام کا مرکز اور اس مرکز کی روح رواں، یعنی اپنی ذات مبارک اور اس کے اعضاء وجوارح، یعنی مہاجرین مکہ منتقل کر دیے۔ ثقیفِ طائف نے جس بارِ گراں اور امانتِ جہاں کو اٹھانے سے انکار کر دیا تھا، اسے اوس وخزرجِ مدینہ نے بہ خوشی اٹھا لیا اور سرخ رو ہو گئے۔

دس سالہ مدنی دورِ نبوی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اور تعلق ثقیف وساداتِ طائف سے قریش مکہ اور ان کے اکابر کے واسطے سے ہی تھا، بہ راہِ راست یہ واسطہ بالکل آخر میں اس وقت پڑا جب قریش اور ان کے اکابر کا کانٹا فتح مکہ کے بعد درمیان سے نکل گیا۔ اس پورے زمانے میں ثقیف و ہوازن اور ان کے شیوخ واکابر نے اپنے قریشی حلیفوں اور دوستوں کے ساتھ پوری دوستی نبھائی۔ مجموعی طور سے دونوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور ریاست مدینہ کی مخالفت وعداوت کو مقصود بنا کر

فوج کشی وحملہ آوری کی۔ قریشی فوج کے دستوں کے ساتھ ساتھ ثقفی دستے غزواتِ احد وخندق وغیرہ میں شامل رہے اور مخالفت اور جنگ جوئی بھی کرتے رہے۔ صلح جو اور امن پسند یا اعتدال پسند اکابرِ قریش کی مانند بعض ثقفی ساداتِ مکہ وطائف وغیرہ نے بھی جنگ وجدال سے با قاعدہ گریز کیا۔ غزوۂ بدر میں ثقفی سیدِ مکہ اخنس بن شریق ثقفی کی تحریک ہی پر بنوزہرہ/قریش کا پورا قبیلہ/ یا قبائلی دستہ جنگ کے میدان سے پہلے ہی لوٹ گیا اور ان کی تقلید میں یا ان کے دلائل وبراہین کی تاثیر میں بنوعدی کا پورا دستہ اور بنوہاشم کے بعض افراد وغیرہ بھی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ صلحِ حدیبیہ میں بعض اکابرِ قریش کی مانند بعض ثقفی سادات، جیسے عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے بھی بڑا موثر کردار ادا کیا اور جنگ کا ماحول ختم کیا۔ فتحِ مکہ کے وقت میدانِ حنین میں ہوازن وثقیف کا فوجی اجتماع اسی قبائلی عصبیت کی حمایت میں تھا، لیکن قریش کی خودسپردگی نے ان کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔ البتہ میدانِ حنین میں اور محاصرۂ طائف میں انہوں نے اپنے فوجی ارمان خوب نکالے اور قریش کی طرح طاقتِ نبوی کا ادراک نہ کرسکے۔ محاصرۂ طائف سے اسلامی افواج کی واپسی کے بعد وہ جب اس حقیقت کا ادراک کرسکے تو قریش ہی کی طرح اسلامی جھنڈے تلے خود بہ خود آگئے اور بقیہ نبوی دور اور اس سے زیادہ اسلامی خلافت کے متعدد ادوار میں انہوں نے قریشِ مکہ کی طرح، بل کہ ان کے ساتھ مل کر اسلام کی شان دار خدمات انجام دیں۔

قریش وثقیف کے ازدواجی رشتے

عربوں کے ازدواجی رشتوں کے بارے میں ایک مشہور محاورہ ہے کہ وہ مختلف قبیلوں میں گندھے ہوئے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے سر کے بالوں کو مختلف انداز سے گوندھ دیا جاتا ہے۔ اردو محاورے کے مطابق وہ سویوں کے ریشوں کی طرح آپس میں الجھے ہوئے ہیں۔ قریشِ مکہ کے شادی بیاہ کے تعلقات تو اور بھی پیچیدہ، گوناگوں اور رنگارنگ تھے کہ عظیم ترین قبیلہ تھے، خانہ کعبہ کے متولی اور حج کے منتظم تھے اور شاید تمام قبائل میں سب سے زیادہ سیاسی، فوجی اور اقتصادی لحاظ سے مستحکم ومضبوط تھے۔ وہ خود بھی مختلف بطون وخاندانِ قریش کے علاوہ بیش تر بدوی قبیلوں سے رشتے استوار کرتے تھے اور دوسرے بھی ان کو پسند کرتے تھے۔ ان ازدواجی رشتوں کی ایک قومی اور ملکی روایت مضبوطی کے ساتھ قائم ہوچکی تھی اور غالباً قریش کے آغاز سے وہ جاری رہی تھی۔ ان کی تفصیل وتشریح کے لیے انسابِ عرب کی قدیم ومعتبر کتابوں اور سوانح وتراجم کی مشہور تصنیفوں کی ورق گردانی کافی ہے۔ (۲۹)

قریشِ مکہ اور ثقیفِ طائف/ ہوازن کے گوناگوں تعلقات میں ازدواجی رشتوں کا ایک خاص

مقام ہے۔ دونوں قبیلے سیاسی اور اقتصادی حریف بھی تھے اور حلیف بھی۔ دونوں ہم پلہ اور ہم سر بھی تھے اور تفوق وتکبر کے دعوے دار بھی۔ ان کے علاوہ مختلف دیگر وجوہ سے بھی ان میں رسہ کشی، مقابلہ اور سرکشی جاری رہتی تھی، تاہم اسی کے ساتھ ساتھ وہ آپس میں ازدواجی رشتے بھی رکھتے تھے۔ ان ازدواجی رشتوں کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ قریشی اکابر خاص کر اجدادِ نبوی کے زمانے سے ان کا ایک غیر منقطع سلسلہ نظر آتا ہے۔ ان کے شادی بیاہ کے تعلقات وروابط دوطرفہ تھے، یعنی قریشی مردوں نے ثقفی/ ہوازنی لڑکیوں اور عورتوں سے جس طرح شادیاں کی تھیں اسی طرح ثقفی/ ہوازنی مردوں نے قریشی خواتین کو بیویاں اور بہوئیں بنانے کی ریت ہر زمانے میں جاری رکھی تھی۔ ان ازدواجی روابط کا تجزیہ ومطالعہ مختلف طریقوں سے کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ زیادہ مناسب لگتا ہے کہ قریشِ مکہ کے مختلف بطون کے افراد واکابر اور مردوعورت کے ثقیف/ ہوازن سے ازدواجی رشتوں کے لحاظ سے تجزیہ کیا جائے۔ (۳۰)

قریشی مردوں کی ثقفی/ ہوازنی بیویاں

تاریخ ونسب کے لحاظ سے یہ کہنا کہ کس اولین قریشی مرد نے اولین ثقفی خاتون سے کب شادی کی تھی، بہت مشکل ہے۔ البتہ ابن حزم اندلسی اور زبیری وغیرہ کے بیانات وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ثقفی/ ہوازنی خواتین رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض جدات (دادیوں) کی ماں تھیں، جیسے ام عمرو بنت حجرش بن معاویہ کے بارے میں ابن حزم نے بیان کیا ہے یا بعض اور خواتین کے بارے میں ایسا آیا ہے۔ قدیم اکابر قریش بالخصوص اجدادِ نبوی جیسے قصی بن کلاب، ان کے فرزندانِ گرامی عبدمناف وعبدالدار وغیرہ کے رشتے بھی کم معلوم ہیں۔ عہد نبوی کے قریب کے زمانے سے اکابر ومردانِ قریش اور خواتینِ مکہ کے ازدواجی روابط کا سراغ زیادہ ملتا ہے اور وہی اہم ہے۔ (۳۱)

بنو ہاشم

قصی بن کلاب بن مرہ اور ان کے مشہور ترین فرزند اور جانشین عبدمناف نے غالباً کسی ثقفی خاتون سے شادی نہیں کی، البتہ ان کی اولاد وفرزندانِ گرامی میں یہ سلسلہ قائم ہوتا نظر آتا ہے۔ جناب ہاشم بن عبدمناف اور عبدالمطلب ہاشمی غالباً ان میں سرفہرست تھے۔

ہاشم بن عبدمناف کی ایک دختر حیّہ بنت ہاشم تھیں اور ان کی ماں ثقفی تھیں اور ان کا نام تھا: ام عدی بنت حبیب بن حارث بن مالک بن حطیط بن جشم بن قسی/ثقیف/ ہوازن۔ (۳۲)

عبدالمطلب ہاشمی نے صفیہ بنت جندب بن حجر بن رئاب/ عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن

ہوازن سے شادی کی تھی اور ان سے ان کے دو فرزند حارث اور قثم تھے۔ حارث بن عبدالمطلب کے بارے میں صراحت سے اور قثم کے متعلق ذرا ابہام سے ذکر آتا ہے۔ (۳۳)

خاندانِ ہوازن میں قریشی/ ہاشمی خواتین

ابن سعد نے زبیر بن بکار سے ایک مختلف روایت بیان کی ہے کہ عبدالمطلب ہاشمی کے فرزند مقوم کی دختر حضرت اروئی، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عم زاد تھیں، ابو مسروح حارث بن یعمر بن حباب بن عمیر بن سعد بن بکر بن ہوازن سے منسوب تھیں اور اس رشتے سے ان کے ایک فرزند حضرت عبداللہ بن ابی مسروح سعدی تھے۔ (۳۴)

بنو مطلب بن عبد مناف

بنو ہاشم اور بنو مطلب بزرگ تر خاندان بنو عبد مناف کے اہم ترین متحدہ خاندان تھے، جو ایک سماجی اکائی تھے۔ ان دونوں کے سربراہِ خاندان اور افراد دونوں کے درمیان سماجی، دینی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی روابط میں ہم آہنگی تھی۔ جب کہ ان کے دوسرے دو برادر خاندان/ بطون، بنو نوفل و بنو عبد شمس/ امیہ باہم زیادہ قربت وقرابت اور سیاسی وسماجی اتحاد رکھتے تھے۔ (۳۵)

ان کے دونوں ذیلی خاندانوں میں تمام سیاسی و معاشی اختلافات کے باوجود مشترکہ خاندان یا بنو عبد مناف کی قومیت کا زبردست ادراک و شعور بھی تھا اور وہ چاروں قریشی بطون یا عرب قبائل کے مقابل ہمیشہ ایک متحدہ خاندان بن کر قومی رویہ اپناتے تھے۔ رسالت محمدی ﷺ کے بارے میں بھی یہ قومی افتخار موجود تھا۔

بنو مطلب کے خاندان نے غالباً سب سے پہلے اپنے متحدہ حزب میں بنو ہوازن وثقیف سے شادی بیاہ کے روابط استوار کیے تھے۔ مطلب بن عبد مناف کے ایک فرزند حارث نامی تھے، جن کی شادی ایک ثقفی خاتون شخیلہ بنت خزاعی بن حویرث بن حبیب بن مالک بن حارث بن حطیط بن جشم/ ثقیف سے کی تھی اور ان سے کئی فرزندانِ گرامی تھے:

۱۔ عبیدہؓ بن حارث بن مطلب

۲۔ طفیلؓ بن حارث

۳۔ حصینؓ بن حارث

یہ تینوں سابقین اولین میں تھے۔ ان میں حضرت عبیدہ بن حارث مطلبیؓ عمر وسن میں رسول اکرم ﷺ سے زیادہ تھے اور غزوۂ بدر ۲ھ/ ۶۲۴ء میں شہید ہوئے تھے، جب ان کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔ ان

کے دونوں صحابی بھائی خلافتِ عثمانؓ میں فوت ہوئے تھے۔ ان کی عمروں کی بنا پر حارث مطلبی کی ثقفی خاتون سے شادی کا زمانہ ولادتِ نبوی سے کئی سال قبل کا ٹھہرتا ہے، غالباً ۶۶۹ء کے قریب قریب۔(۳۶)

حضرت عبیدہ بن الحارث مطلبیؓ کے متعدد بیویوں سے کم از کم دس بچے تھے، جن کا ذکر ابن سعد نے کیا ہے۔ الاصابہ کے مطابق وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دس سال عمر میں زیادہ تھے۔(۳۷) ان کو بنو عبد مناف کا شیخ (راس بنی عبد مناف) بھی کہا جاتا تھا۔ یہ بزرگ تر متحدہ خاندان بنی عبد مناف کی صرف ایک روایت وشہادت ہے۔ ایسی بہت سی شہادتیں کتابوں میں موجود ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر اس مقالے میں بھی آتا ہے، جیسے ثقفی شاعر امیہ بن ابی الصلت کو بنو عبد مناف کے جوان (غلا مالبنی عبدمناف) کی پیروی کرنے سے احتراز وعار تھا۔

حضرت عبیدہ بن حارث مطلبی کے بھائی حضرت طفیل بن حارث مطلبی (۳۸) اور حضرت حصین بن حارث مطلبی (۳۹) کے بارے میں عہد نبوی سے متعلق معلومات بہت کم ملتی ہیں، سوائے اس کے کہ وہ تمام مشاہدِ نبوی میں شریک تھے اور تینوں بھائی بدری صحابہ میں شامل تھے۔

بنو عبد شمس بن عبد مناف

بنو ہاشم کے مقابلے میں بنو عبد شمس کا خاندان افرادی، سیاسی اور سماجی لحاظ سے کافی بڑا اور اہم تھا۔ ان کے متعدد خاندان/ بطون بن گئے تھے، جن میں ان کے دو فرزندوں امیہ اکبر اور امیہ اصغر کے خاندانوں نے بہت امتیاز حاصل کیا تھا۔ ان کے دوسرے خاندان اور شاخیں، جیسے بنو ابی العاص اور بنو ابی العیص وغیرہ، اگرچہ ان ہی کے ذیلی خاندان تھے مگر اپنے افراد کی وجہ سے ممتاز تھے۔ ان کے ہوازن وثقیف سے رشتوں میں ازدواجی تعلقات غالباً زیادہ قدیم اور وسیع تر تھے۔ ان کے بارے میں زیادہ تفصیلات بھی ملتی ہیں۔ ان ازدواجی رشتوں میں دوطرفہ تعلقات کا ایک تجزیہ ذیل میں خاندان وار پیش کیا جار ہا ہے:

بنو عبد شمس میں سربراہ خاندان کی ایک دختر سبیعہ بنت عبد شمس طائف کے سردار مسعود بن معتب ثقفی سے منسوب تھیں، جن سے ایک فرزند عروہ بن مسعود ثقفی تھے۔ وہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور عظیم صحابی تھے۔ یہ خاندان ثقیف کے سرداروں کا خاندان تھا۔(۴۰)

ان کی دوسری دختر رقیہ بنت عبد شمس ثقیف/ طائف کے ایک سردار ابو الصلت ربیعہ بن وہب بن علاج بن ابی سلمہ ثقفی سے منسوب تھیں اور ان سے مشہور عرب شاعر امیہ بن ابی الصلت ثقفی پیدا ہوئے تھے۔ ان کی شاعری اور سماجی مرتبت دونوں مشہور ہیں۔ امیہ بن ابی الصلت ثقفی کی ایک بہن عاتکہ تھیں،

جو صحابیہ تھیں۔ان کا ذکر سہیلی نے مبہمات القرآن میں سورۃ الاعراف کی تفسیر کے اواخر میں کیا ہے۔(۴۱)

ان کی تیسری دختر ام حبیب بنت عبد شمس کے بارے میں یہ دل چسپ واقعہ نقل ہوا ہے کہ وہ خود طائف گئیں اور بنو عقیل کے ایک شخص سے تعلق قائم کیا اور وہاں بہت اموال و جائداد بنائی۔اِس قصے کی بہت سیاسی اہمیت ہے، لہٰذا اس کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔(۴۲)

بنو امیہ اکبر میں ایک اور خاتون صفیہ بنت امیہ اکبر ثقیف کے مشہور شیخ بشر بن عبد دہمان بن عبد اللہ بن ہمام بن ابان بن یاسر بن حطیط بن جشم/ثقیف سے منسوب تھیں اور ان کے بطن سے ان کے دو فرزند عثمانؓ اور ابوالعاص پیدا ہوئے تھے۔(۴۳)

ابوالعاص بن امیہ اکبر کی ایک دختر خلدہ بنت ابی العاص اموی کی شادی مشہور ثقفی شیخ اخنس بن شریق سے ہوئی تھی، جن سے کئی فرزند، شریق، شفیق وغیرہ تھے اور اول الذکر مشہور شخصیت ابوالاخنس بن شریقؓ تھے جو قریش کے خاندان بنو زہرہ کے حلیف اور قریش و مکے کے سادات میں سے تھے اور ان کا سیرت نبوی اور عہد نبوی کے واقعات میں بڑا کردار رہا تھا۔(۴۴)

بنو حرب بن امیہ اکبر غالباً عہد نبوی اور اس سے متصل جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار کا سب سے بڑا اور بااثر خاندان تھا۔قریشی مجلس کے اہم ترین مناصب میں فوجی اور قومی اعتبار سے طاقت ورترین منصب قیادۃ (فوجی کمان وسپہ سالاری) اس میں تھا۔وہ قریشی سماجی و قبائلی ریت کے مطابق موروثی طور سے باپ سے بیٹے کو منتقل ہوتا تھا، جس طرح دوسرے مناصب اپنے اپنے بطون میں چلتے تھے۔خاندانِ بنو عبد مناف کے سربراہ عبد مناف بن قصی کو یہ عہدہ اپنے باپ سے ملا تھا اور ان سے ان کے فرزندِ اکبر عبد شمس کو تر کے میں ملا۔امیہ اکبر اپنے باپ کے وارث بنے تھے اور ان کے وارث ان کے فرزند حرب بن امیہ اور اسی بنا پر وہ جنگِ فجار میں قریشی فوج کے سالار اعظم تھے۔حرب کے بعد ان کے فرزند حضرت ابو سفیان صخر بن حرب اموی قیادہ کے منصب کے حامل اور قومی فوج کے سالار رہے تھے اور اسی حیثیت سے انہوں نے اسلام اور اسلامی ریاست کے خلاف اپنی افواجِ قبیلہ کی قیادت کی تھی، جسے اموی مخالف عناصر نے اسلام دشمنی سے تعبیر کیا ہے۔بہ ہر حال اس خاندان کی سیاسی وجاہت، اقتصادی ثروت اور فوجی، مالی اور ذہنی و علمی مرتبت کی بنا پر اسے قریش میں خاص امتیاز حاصل تھا اور شاید ان ہی اسباب سے ثقیف/ ہوازن سے ان کے سماجی، اقتصادی اور ازدواجی روابط سب سے زیادہ تھے۔وہ دوطرفہ تھے۔(۴۵)

حرب بن امیہ اکبر کی ایک بیوی صفیہ بنت حزن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبد اللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ تھیں اور وہ ہوازن ہی کا ایک عظیم الشان اور طاقت ور بطن تھا۔ان سے حرب کے فرزندِ اکبر ابو

سفیان صخر اور ان کی دو بہنیں فارعہ اور فاختہ تھیں۔ وہ بنو ہاشم کے خاندان عباسی کے سربراہ حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کی اہلیہ محترمہ حضرت ام الفضل بنت حارث بن حزن ہلالی کی پھوپھی تھیں اور حضرت عباسؓ کی اولاد حضرت عبداللہؓ اور ان کے بھائیوں کی دادی لگتی تھیں اور اسی طرح وہ ام المومنین حضرت میمونہؓ بنت حارث بن حزن ہلالی کی پھوپھی تھیں۔ حضرت عباسؓ اور حضرت ابوسفیانؓ دونوں دوست، تجارت کے شریک وندیم اور قریبی رشتے دار بھی تھے۔ ان کے سماجی روابط استوار کرنے میں ان ازدواجی رشتوں نے بہت موثر کردار ادا کیا تھا۔ (۴۶)

بعض مشہور اولادِ حرب بن امیہ اکبر کی ماں کا نام تھا: فاختہ بنت عامر بن معتب ثقفی، اور ان میں شامل تھے: ا۔ عمرو بن حرب، ۲۔ عمر بن حرب، ۳۔ ام جمیل بنت حرب، جس کو قرآن مجید میں حمالۃ الحطب کہا گیا ہے، یعنی حرب بن امیہ کی ایک اور بیوی ثقفی تھیں۔ (۴۷)

حرب بن امیہ اکبر کی ایک دختر امیہ، جو اپنے مشہورِ زمانہ ''عنابس'' (شیرانِ خاندان) بھائیوں کی بہن تھیں، ایک ثقفی سردار سے منسوب تھیں اور ان کا نام تھا: عمرو بن وہب بن علاج بن ابی سلمہ ثقفی اور وہ شریق وشفیق ثقفی کی ماں بنی تھیں۔ (۴۸)

فاختہ بنت حرب الصغریٰ ایک اور خاتونِ خاندانِ حرب نے مشہور ثقیف سردار عبداللہ بن اسید بن جاریہ ثقفی سے شادی کی تھی۔ (۴۹)

خاندانِ ابوسفیان بن حرب اموی کی متعدد لڑکیوں اور لڑکوں نے ثقفی خاندانوں سے ازدواجی رشتے استوار کیے تھے:

بناتِ ابی سفیان اموی سے کم از کم تین کی شادیاں بنو ثقیف میں ہوئی تھیں:

ا۔ ام الحکم بنت ابی سفیان اموی کے شوہر کا نام تھا: عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن ربیعہ ثقفی اور ان سے کم از کم ایک فرزند عبدالرحمٰن بن عبداللہ ثقفی تھے، جو ماں کی طرف منسوب ہو کر ابن ام الحکم سے زیادہ مشہور ہوئے تھے۔ وہ بھی صحابی تھے۔ حضرت عبداللہ بن عثمان ثقفیؓ کی ایک حدیث کی روایت بہت عمدہ ہے، جو ولیمے کے بارے میں ہے:

الولیمة حق، والثانی معروف، والثالث ریاء وسمعة (۵۰)

ام الحکم اموی پہلے حضرت عیاض بن غنم فہریؓ کے نکاح میں تھیں، آیت کریمہ: **ولا تمسکوا بعصم الکوافر** (۵۱) کے نزول کے بعد حضرت عیاض نے ان کو طلاق دے دی تھی۔

۲۔ صخرہؓ بنت ابی سفیان اموی نے سعید بن اخنس بن شریق ثقفی سے شادی کی تھی اور ان کے

فرزندوں کی ماں بنی تھیں۔ان میں سے ایک فرزند حضرت ابوبکرؓ بن سعید ثقفی تھے جو اپنی خالہ حضرت ام حبیبہ ام المومنین سے روایتِ حدیث کرتے تھے۔

۳۔میمونہ بنت ابی سفیان اموی سے ابومرہ عروہ بن مسعود ثقفی نے شادی کی تھی۔ان کی مشہور ترین اولاد ایک دختر لیلیٰ بنت ابی مرہ تھیں، جن سے حضرت حسینؓ بن علی بن ابی طالب ہاشمی نے شادی کی تھی اور ان سے ان کے فرزند علی اکبر پیدا ہوئے تھے۔بہ قول بلاذری ان سے ایک فرزند حضرت داؤد بن عروہ ثقفیؓ بھی تھے۔عروہ ثقفی کے بعد میمونہ اموی کے دوسرے ثقفی شوہر حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی تھے۔(۵۲)

فرزندانِ ابی سفیان بن حرب اموی میں سے متعدد کی شادیاں ثقفی خواتین سے ہوئی تھیں:

عتبہ بن ابی سفیان اموی کی بیوی تھیں: ام سعید بنت عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی جن کے فرزند تھے عبداللہ بن عتبہ۔بعد میں ان ثقفی خاتون نے حضرت علیؓ بن ابی طالب ہاشمی سے شادی کرلی تھی اور ان سے دو دختریں ام الحسین اور رملہ پیدا ہوئی تھیں، جو اموی بھائی کی ہاشمی بہنیں ماں کی طرف سے تھیں۔

محمدؒ بن ابی سفیان اموی نے بھی ایک ثقفی خاتون ام عثمان بنت اسید بن اخنس بن شریق ثقفی سے شادی کی تھی اور ان کے فرزند تھے عثمان بن محمد، جن کے نام پر ان کی کنیت تھی۔(۵۳)

امیہ اکبر کے فرزند ابوعمرو بن امیہ کا خاندان بھی کافی بڑا اور صاحب اثر تھا۔اس میں متعدد عظیم شخصیات نے جنم لیا تھا۔ان میں ابومعیط ابان بن ابی عمرو اموی کے علاوہ مسافر بن ابی عمرو اموی بھی تھے جو قریش کے نوجوانوں (فتیان) اور شعرا میں شمار ہوتے تھے اور بنو ہاشم کے سربراہ ابو طالب بن عبدالمطلب ہاشمی کے دوست، ندیم اور رفیق تھے اور ان کی موت پر ابوطالب ہاشمی نے بھی بڑا دردناک مرثیہ لکھا تھا۔ابوعمرو اموی کے متعدد فرزند و دختر تھے، جن کا ذکر کتبِ نسب میں ملتا ہے۔اس خاندان کے بھی ثقیف سے ازدواجی رشتے تھے:

ابوعمرو بن امیہ اکبر کی ایک اہلیہ ثقفی تھیں: ریطہ بنت حویرث بن حارث بن حبیب بن حارث بن مالک بن حطیط بن جشم۔ان سے متعدد فرزندوں اور دختروں نے جنم لیا تھا، جیسے ابووحرہ تمیم بن ابی عمرو، کمیم بن ابی عمرو، ام قتال بنت ابی عمرو، جن کا نام صفیہ تھا، زینب بنت ابی عمرو اور ارنب بنت ابی عمرو۔ان خواتین اور مردوں کی مختلف خاندانوں میں شادیاں ہوئی تھیں، جن میں سے بعض ثقفی تھے۔

کمیم بن ابی عمرو اموی کی دختر کا نام عقیلہ تھا، جن کے دوسرے شوہر علا بن جاریہ ثقفی تھے اور ان سے ان کے فرزند عبدالرحمٰن تھے۔

ابووحرہ تمیم بن ابی عمرو اموی کی ایک بیوی ثقفی تھیں: ریطہ بنت نضلہ بن قانف بن حویرث بن

حارث بن حبیب ثقفی، جن سے ان کی اولادیں تھیں: حارث، دقش، اروی وغیرہ۔(۵۴)

امیہ اکبر کے ایک ذیلی بطن بنوالحکم بن ابی العاص بن امیہ تاریخ جاہلی اور دورِ اسلامی دونوں میں عظیم شخصیات کا خاندان تھا۔ بعد میں وہ خاندانِ خلفا کہلایا کہ خلفائے اموی میں سے چودہ میں سے گیارہ اسی خاندان کے تھے اور وہ تمام کے تمام عظیم افراد و شخصیات تھے۔ ماہرین نسب کے مطابق حکم بن ابی العاص اموی کی اولادیں اکیس تھیں، جن میں مردانِ کار بھی شامل تھے اور خواتینِ خانہ بھی، ان میں سے متعدد کی بیویاں خاندانِ ثقیف کی تھیں:

سربراہِ خاندان حکم بن ابی العاص اموی کی بیوی ثقفی تھیں اور ان کا نام تھا: ام النعمان بنت حارث بن انس بن ابی عمرو بن عمرو بن وھب جشم۔ وہ حکم اموی کے متعدد فرزندوں اور دختروں کی ماں تھیں۔ ان میں شامل تھے: عمرو بن حکم، اوس، نعمان، ام ابان، امامہ یا ثمامہ اور ام عمرو بنت حکم۔ ان کے علاوہ دوسرے مشہورترین فرزندانِ حکم بن ابی العاص دوسرے خاندانوں کی ازواج سے تھے، مگر ان میں سے بعض نے ثقفی خاندان میں شادی کی تھی، جیسے زینب بنت حکم نے اسید بن اخنس بن شریق ثقفی سے شادی کی اور ان کے تین فرزندوں عبدالملک، عثمان اور مغیرہ کی ماں بنی تھیں۔(۵۵)

خاندان بنوالعاص بن امیہ کے مشہورترین سردار وشخصیت ان کے فرزند ابواحیحہ سعید بن العاص اموی تھے۔ وہ اور ان کی دو بہنوں، ام حبیب اور ضعیفہ بنت العاص کی ماں ثقفی تھیں، جن کا نام تھا: ریطہ بنت البیاع بن عبدیالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر، یعنی العاص بن امیہ کی بیوی ثقفی تھیں۔

ریحانہؓ بنت ابی العاص بن امیہ مشہور صحابی حضرت عثمانؓ بن ابی العاص ثقفی کی زوجہ تھیں، جن سے دو فرزند محمد اور عثمان ہوئے تھے۔(۵۶)

ابواحیحہ سعید بن العاص اموی کے قدیم ترین مسلم فرزند اور عظیم صحابی حضرت خالد بن سعید بن عاص اموی کی ماں بھی ثقفی تھیں، یعنی خود ابواحیحہ اموی کی ایک زوجہ ثقفی تھیں اور ان کا نام تھا: ام خالد بنت خباب بن عبدیالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر، جب کہ ان کی دوسری اولاد کی مائیں اور حضرت خالدؓ اموی کے مشہور صحابی بھائیوں، عبداللہ، عمرو اور ابان کی مائیں دوسرے خاندانوں بالخصوص قریش کے خاندان بنومخزوم کی تھیں۔(۵۷)

خاندان ابوالعیص بن امیہ بن عبدشمس

بزرگ تر خاندانِ عبشمی میں بنوالعاص کی طرح بنوابی العیص کا ایک ذیلی خاندان بھی امیہ اکبر کی نسل

میں تھا۔اس کے بعض افراد عہدِ نبوی میں اور اس سے قبل کے جاہلی دور کے بڑے افراد اور شیوخ میں شمار ہوتے تھے۔وہ کافی طاقت ور لوگ تھے۔ان کے مختلف افراد نے مختلف قریشی بطون اور بدوی قبائل کے علاوہ طائف اور اس کے دیار کے قبیلۂ ثقیف/ ہوازن سے بھی اپنے دوسرے قریشی خاندانوں کی مانند ازدواجی رشتے قائم کیے تھے۔

خاندان کے بانی ابوالعیص بن امیہ بن عبد شمس نے ہی اس کا آغاز کیا تھا اور ان کی ایک ثقفی زوجہ اور ایک ہی فرزند کا ذکر شروع میں کیا جاتا ہے۔ان کی ثقفی بیوی کا نام تھا: اروی بنت اسید بن عمرو بن علاج بن ابی سلمہ ثقفی اور ان دونوں کے فرزند تھے: اسید بن ابی العیص اموی۔موخر الذکر کے دو فرزندوں خالد اور عتاب میں سے ثانی الذکر یعنی حضرت عتاب بن اسید بن ابی العیص اموی ؓ صحابی تھے اور ان کو فتحِ مکہ کے روز ہی اسلام لانے کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر فرما دیا تھا اور انہوں نے ہی حضرت جویریہ ؓ بنت ابی جہل مخزومی سے شادی کر کے حضرت فاطمہ ؓ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ قول اپنے راحت پہنچائی تھی۔

حضرت خالد ؓ بن اسید بن ابی العیص بن امیہ بن عبد شمس کی ایک زوجہ ثقفی تھیں: ریطہ بنت عبداللہ بن خزاعی بن اسید بن حویرث بن حارث بن حارث بن مالک بن حطیط بن جشم/ثقیف۔ان سے حضرت خالد ؓ کے تین فرزند ہوئے تھے: ۱۔عبداللہ بن خالد، ۲۔ابوعثمان بن خالد، ۳۔امیہ بن خالد اموی۔ان تینوں نے بعد کے اسلامی ادوارِ خلافت میں کارنامے انجام دیے تھے۔(۵۸)

حضرت عتاب بن اسید اموی ؓ کی شادی اور ان کے فرزندوں کے رشتے قریشی اور دوسرے خاندانوں میں ہوئے تھے۔ان میں سے کسی ثقفی خاندان سے ازدواجی ارتباط کا ذکر نہیں ملتا۔البتہ ان کی ایک بہن علیلہ بنت اسید بن ابی العاص اموی کی شادی بہ قول ابن سعد ابوعبید بن مسعود ثقفی سے ہوئی تھی، جن کی دختر صفیہ بنت ابی عبید ثقفی بعد میں حضرت ابن عمر ؓ کی زوجہ بنی تھیں۔(۵۹)

بنو عبد بن عبد شمس/عبد مناف

بزرگ تر خاندان بنو عبد شمس میں ایک خاندان عبد بن امیہ بن عبد شمس کا تھا۔وہ سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے زیادہ اہم نہ تھا۔عبد بن امیہ بن عبد شمس کے فرزند احوص بن عبد بن امیہ تھے اور ان کی ماں کے بارے میں ماہرینِ نسب کا خیال ہے کہ وہ قبیلۂ ثقیف سے تھیں۔(۶۰)

کنود بنت عبد بن امیہ بن عبد شمس مشہور صحابی اور ثقفی شاعر حضرت ابومحجن ؓ بن حبیب بن عمر بن عمیر

بن عوف بن عقدہ بن غیرہ کی ماں تھیں، یعنی حبیب بن عمر ثقفی کی بیوی تھیں۔(۶۱)

بنو امیہ اصغر بن عبد شمس کا خاندان بھی اسی طرح بہت اہم نہ تھا، لیکن وہ بہ ہر حال اول الذکر سے زیادہ معزز و محترم تھا۔ ان کے ایک فرزند حارث بن امیہ اصغر کی شادی خاندان عبد شمس میں ہوئی تھی، مگر دوسرے فرزند عبدالرحمٰن بن حارث کی ماں ثقفی خاتون تھیں، یعنی امیہ اصغر کی ایک بیوی ثقفی تھیں۔(۶۲)

بنو نوفل بن عبد مناف

بزرگ تر خاندان یا بطن بنو عبد مناف کے چار ذیلی خاندانوں میں بنو ہاشم اور بنو مطلب کے علاوہ دو اور بھی شامل تھے۔ بنو نوفل اور بنو عبد شمس/ امیہ۔ بالعموم بنو عبد مناف کے ان چاروں خاندانوں کا ذکر ایک ساتھ کیا جاتا ہے اور ان میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کا بہ طور متحدہ محاذ، جب کہ بنو عبد شمس اور بنو نوفل کا ذکر دوسرے حریف متحدہ محاذ کے طور پر اور بعد میں ذکر کیا جاتا ہے۔ حال آں کہ خونی رشتوں، قربت و قرابت کے رابطوں اور دوسرے بہت سے اسباب سے بنو ہاشم اور بنو عبد شمس ایک دوسرے کے زیادہ قریب تھے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ زبیری جیسے ماہرینِ انساب عرب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے بعد بنو عبد شمس کا ذکر کیا ہے اور بنو نوفل کا سب سے آخر میں۔(۶۳)

بنو نوفل بن عبد مناف کا خاندان بھی مکہ مکرمہ کے بااثر اور طاقت ور خاندانوں میں شامل تھا۔ اس کے متعدد اکابر و شیوخ نے جاہلی اور اسلامی عہد میں بڑے عظیم کارنامے انجام دیے تھے۔ ان میں غالباً سب سے حسین و جمیل کارنامہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوار فراہم کرنا تھا۔ بنو ہاشم و بنو مطلب کے متحدہ شیخ و سربراہ ابو طالب ہاشمی کی موت کے بعد بنو نوفل کے شیخ مطعم بن عدی بن نوفل ہی نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفرِ طائف سے واپسی پر آپ ﷺ کی درخواست پر آپ کو جوار دی تھی اور اسی کے سائے اور حفاظت میں آپ ﷺ نے تین سال مکے میں گذارے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطعم بن عدی نوفلی کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھا اور اس کے بدلے حسنِ سلوک کا رویہ اختیار کیا تھا۔ وہ بہ ہر حال آپ ﷺ کے ایک چچا کا خاندان تھا، جس طرح آپ ﷺ کے ہاشمی، اموی اور مطلبی چچاؤں کے خاندان تھے۔ یہ دوسری بات تھی کہ ان چاروں خاندانوں میں قربت و قرابت کے بعض معاملات میں اختلاف و تنازعہ بھی ہوا تھا، جو قبائلی عصبیت ہرگز نہیں تھا، جیسا کہ سمجھا جاتا ہے۔(۶۴)

عدی بن نوفل کے ایک فرزند عیاض بن عدی تھے اور ان کی زوجہ ثقفی تھیں: عصما بنت عمرو بن امیہ بن علاج/ ثقیف، جن سے ان کے ہم نام فرزند عدی تھے اور ان کے نام پر ہی ان کی کنیت ابو عدی تھی۔

عدی اصغر بن الخیار نوفلی کی ایک بیوی بنت سلمہ بن غیلان بن سلمہ بن مالک ثقفی تھیں، جن سے ایک فرزند عبدالرحمٰن نامی تھے۔(٦٥)

بنو عبدالعزیٰ بن قصی

بانی شہر مکہ اور شیخ قریش قصی بن کلاب کے دوسرے فرزندوں میں ایک تھے: عبدالعزیٰ بن قصی، جن کا اپنا خاندان تھا۔ ان کے فرزند اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کا خاندان بہت مشہور اور محترم ہے، کیوں کہ اس بنو اسد میں حضرت ورقہؓ بن نوفل اسدی، حضرت خدیجہؓ بنت خویلد اسدی ام المومنین، ابو البختری العاص بن ہاشم اسدی، ابوزمعہ اسود بن مطلب بن اسدی اور ان کے فرزند زمعہ وغیرہ جیسے متعدد عظیم شخصیات پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے مردوں اور عورتوں نے قریشی سماجی روایت کے مطابق مختلف شہری اور بدوی قبیلوں میں شادیاں کی تھیں اور ان میں طائف کے قبیلۂ ثقیف و ہوازن شامل تھے، اگر چہ ان سے ازدواجی تعلقات بہت محدود تھے۔(٦٦)

اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بانی خاندان کی ایک زوجہ ثقفی تھیں جن کا نام زبیری نے نہیں بیان کیا ہے۔ ان کے فرزند حویرث بن اسد کی ماں کو ثقیف سے متعلق بتایا ہے۔ ان کی دوسری متعدد قریشی وغیر قریشی ازواج تھیں۔(٦٧)

بلاذری نے خاندان بنو عبدالعزیٰ بن قصی کے سب سے عظیم ومبارک خاندان بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کے بعض دیگر افراد کے ثقفی خاندانوں سے ازدواجی تعلقات کا ذکر کیا ہے، جو زبیری وغیرہ کی کتابوں میں کسی وجہ سے نہیں آسکا۔ حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ بن اسد بن قصی کی بہن حضرت خالدہ بنت خویلد ایک ثقفی سردار علاج بن ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ ثقفی کے حبالۂ نکاح میں رہیں، جب کہ زیادہ مشہور بہن حضرت ہالہ بنت خویلدؓ دو عبشمی برادروں ربیع و ربیعہ فرزندان عبدالعزیٰ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے رہیں، ان کے تیسرے شوہر حضرت وھب بن جابر ثقفی تھے۔

بنو عبدالدار بن قصی

عبدالدار بن قصی کے خاندان کے دوسرے خاندانوں سے ازدواجی روابط کا ذکر ملتا ہے، لیکن ثقیف و ہوازن سے رشتے کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہی حال عبد بن قصی اور ان کے خاندان کا ہے۔ موخر الذکر کا تذکرتو بہت مختصر ملتا ہے۔(٦٨)

بنو زہرہ بن کلاب

قصی بن کلاب کے بھائی زہرہ بن کلاب کا خاندان بھی بعد میں بہت پھلا پھولا اور اس میں بہت سی عظیم شخصیات ہوئیں۔ اس خاندان کا سب سے بڑا شرف تو یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ ان کے علاوہ متعدد دوسری عظیم شخصیات اور جلیل القدر اکابر بھی اس میں ہوئے، جنہوں نے عہد جاہلی اور عہد اسلامی میں کافی اثرات ڈالے۔ ان میں چند یہ ہیں: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ وغیرہ صحابہ میں اور وھب بن عبدمناف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا وغیرہ جاہلی اکابر میں۔ اس خاندانِ قریش نے بنو عبدالدار بن قصی کے مقابلے میں ثقفی خاندانوں سے زیادہ ازدواجی روابط استوار کیے تھے۔(۶۹)

بانی خاندان زہرہ بن کلاب کی ایک بیوی ثقفی تھیں: عقیلہ بنت عبدالعزیٰ بن غیرہ بن عوف بن قسی/ثقیف جو ان کے فرزند حارث بن زہرہ کی ماں تھیں اور زبیری وغیرہ کے مطابق ''تعداد (العدد) تو حارث بن زہرہ کی اولاد میں ہے، لیکن شرف (البیت) ان کے دوسرے فرزند عبدمناف بن زہرہ کی اولاد میں ہے''۔ موخرالذکر کی ماں کا تعلق خزاعہ کے قبیلے سے تھا۔ (۷۰) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد وہب بن عبدمناف بن زہرہ، جو والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے والد تھے، اور دوسرے اکابر پدری و مادری رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتے دار تھے یا دینی لحاظ سے جاہلی معاشرے میں وسیع اثرات ڈالنے والے بنے تھے، جیسے ابو کبشہ وجز بن غالب خزاعی، جو رشتے میں آپ ﷺ کے نانا لگتے تھے، موحد تھے اور دینِ رواجی کے مخالف تھے۔ اسی وجہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کی طرف منسوب کیا جاتا تھا اور ابن ابی کبشہ یا ابو کبشہ کہا جاتا تھا۔

حارث بن زہرہ کے دو عظیم فرزندوں، وہب بن حارث زہری اور شہاب بن حارث زہری کی ماں ایک ثقفی خاتون تھیں: لبنیٰ بنت ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ بن عوف/ثقیف۔ ان کی دوسری اولاد کی مائیں دوسرے خاندانوں سے تعلق رکھتی تھیں۔(۷۱)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ صحابی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق اسی خاندان بنو حارث بن زہرہ سے تھا: عوف بن عبدعوف بن عبد بن حارث بن زہرہ۔ ان کی ایک دختر حضرت جویریہؓ بنت عبدالرحمٰن زہری تھیں، جو صحابی جلیل حضرت مسورؓ بن مخرمہ سے منسوب تھیں۔ ان کی ماں یعنی حضرت عبدالرحمٰن کی اہلیہ ثقفی تھیں، جن کا نام تھا: بادیہؓ بنت غیلان بن سلمہ بن معتب ثقفی جو شخصیت وشباب کے لیے

مشہور تھیں اور جن سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری نے طائف کی فتح کے بعد شادی کی تھی۔(۷۲)

بنوتیم بن مرہ بن کلاب

بنوتیم بن مرہ بن کلاب جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے عظیم صحابہ کا خاندان تھا، غالباً ثقیف سے تعلقات نہیں استوار کر سکا۔(۷۳) البتہ بنوکعب بن سعد بن تیم بن مرہ کے خاندان میں ایک ثقفی رشتے کا ذکر آیا ہے۔ اسد الغابہ میں البتہ یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوزہر بن معاذ بن رباح ثقفی مکہ مکرمہ کے بنوتیم کے عظیم صحابی حضرت طلحہ بن عبیداللہ تیمیؓ سے عورتوں کی طرف سے قرابت کا رشتے رکھتے تھے۔ اس رشتہ کا پتا لگانا باقی ہے۔(۷۴)

عمرو بن کعب کے ایک فرزند عثمان بن عمرو بن کعب کی ایک زوجہ تھیں: ہند بنت البیاع بن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر/ثقیف اور ان سے ان کے فرزند تھے: حضرت عمروؓ بن عثمان بن عمرو بن کعب، جو قادسیہ میں شہید ہوئے۔(۷۵)

بنومخزوم

بنومخزوم قریش کے عظیم ترین خاندانوں میں سے ایک تھا، جو یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک سے رشتۂ نسب رکھتا تھا۔ وہ بنوعبد مناف کے بزرگ تر اور عظیم تر قبیلے/بطن کا حریف ومقابل تھا۔ اس کے جاہلی اکابر اور اسلامی شخصیات دونوں مکی اشرافیہ کے ستون رہے تھے اور قریشی اور مکی سماج میں اپنی حسنات کے لیے معروف وممتاز تھے۔ جاہلی اکابر میں ابوجہل عمرو بن ہشام مخزومی نے اسلام اور رسولِ اکرم ﷺ کی شدید ترین عناد ومخالفت کے سبب فرعونِ امت کا لقب اور بدنامی کی شہرت کمائی تھی۔ ان کے علاوہ دوسرے جاہلی دور میں مخزومی اکابر تھے جیسے ولید بن مغیرہ مخزومی، ہشام بن مغیرہ مخزومی وغیرہ۔ اسلامی عبقریات وشخصیات میں حضرت خالد بن ولید مخزومیؓ لازوال شہرت وعظمت کے مالک ہیں اور دوسرے مخزومی صحابۂ کرام بھی ممتاز تھے، جن میں حضرت ارقم بن ابی ارقم مخزومیؓ کو یہ شرف حاصل تھا کہ ان کا مکان، دارِ ارقم اسلام کا اولین عوامی اسلامی مرکز بنا تھا۔ اس خاندان قریش نے بھی ثقفی خاندانوں میں رشتۂ ازدواج استوار کیا تھا۔ ان کے ممتاز اکابر کی ازواج اور مائیں ثقفی تھیں، جیسے حضرت خالد کی والدہ اور ان کے والد ولید بن مغیرہ مخزومی کی زوجہ فاختہ بنت عامر ثقفی تھیں، جو بعد میں حارث بن حزن ہلالی کی زوجہ اور لبابہ صغریٰ کی ماں بنیں۔(۷۶)

حفص بن المغیرہ بن عبداللہ کی بیوی درہ بنت خزاعی بن حارث بن خویرث ثقفی تھیں، جن سے فرزند

تھے: حضرت ابوعمرؓ و بن حفص جو صحابی جلیل تھے۔ ان کی بیوی حضرت فاطمہؓ بنت قیس بن ضحاک فہری تھیں، جن کو طلاق دینے کا واقعہ عہدِ نبوی کا ایک اہم سماجی واقعہ ہے۔ وہ حضرت علی بن ابی طالب ہاشمیؓ کے ساتھ یمن کی مہم پر گئے تھے اور وہیں سے طلاق بھیجی تھی اور وکیل کے ذریعے مطلقہ زوجہ کے نان نفقے کا انتظام کیا تھا۔ (۷۷)

بنو عائذ بن عمران بن مخزوم کے خاندان میں سربراہِ خاندان کے دو فرزند عامر اور عویمر تھے، جن کی ماں ثقفی تھیں: فاطمہ ام امیمہ بنت ربیعۃ بن عبدالعزیٰ بن رزاح بن حوش بن بکر بن ہوازن۔

اسی خاندان کے ایک اور ممتاز فرد وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم کے ایک پڑپوتے معبد ن ایک اہلیہ ثقفی تھیں، جن سے کئی فرزند تھے۔

حلفائے بنی مخزوم

عرب جاہلی کے قبائلی دستور کے مطابق حلیف بھی اپنے سرپرست خاندانوں کے ارکان سمجھے جاتے تھے اور اسی حیثیت سے محدثین وسیرت نگار دونوں نے ان کا ذکر کیا ہے۔

حضرت عمار بن یاسر مذحجیؓ

صحابی جلیل اور بنو مخزوم کے حلیف تھے۔ ان کے والد ماجد حضرت یاسر بن عامر مذحجیؓ نے بنو مخزوم کے سردار ابوحذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے حلف کا رشتہ استوار کیا تھا اور ابوحذیفہ مخزومی نے اپنی ایک باندی سمیہ بنت خیاط نامی سے ان کی شادی کر دی، جس سے حضرت عمار بن یاسر مذحجی/مخزومی پیدا ہوئے اور اس کے بعد ابوحذیفہ نے سمیہ کو آزادی عطا کر دی۔ یہ مذحجی اور حلیف خاندان ابو حذیفہ مخزومی کے ساتھ ان کی موت تک رہا۔ اسلام آیا تو پورا خاندانِ یاسر مسلمان ہو گیا، جن میں حضرت عمارؓ کے ایک بھائی عبداللہ بن یاسرؓ بھی شامل تھے۔ حضرت یاسر بن عامر مذحجی مخزومیؓ کی وفات کے بعد حضرت سمیہؓ نے ازرق نامی ایک رومی غلام سے، جو حارث بن کلدہ ثقفی کے غلام تھے، شادی کر لی۔ ازرق ثقفی رومی سے حضرت سمیہ کے ایک فرزند سلمہ بن ازرق پیدا ہوئے، جو حضرت عمارؓ کے ماں جائے بھائی تھے (اخو عمار لامہ)۔ بعد میں اولادِ سلمہ وغیرہ نے بنو امیہ کے حلیف ہونے کے دعویٰ کیا اور ان میں شادیاں کیں۔ دوسری تفصیلات بھی ہیں۔ (۷۸)

بنو عدی بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر

وہ قریش کا ایک نسبتاً چھوٹا خاندان تھا، جس میں اسلام کی ایک عظیم ترین شخصیت حضرت عمرؓ بن

خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی نے فاروق اعظم کی عظمت پائی اور خاندان کولازوال عظمت ومرتبت عطا کی اور اس کی عددی اور سیاسی کم تری کو اپنے عظیم کارناموں سے اسلامی فوقیت میں بدل دیا۔ متعدد دوسرے عظیم اکابر اسلامی کے علاوہ اس خاندان میں بعض جاہلی اکابر نے بھی شہرت وعظمت پائی تھی اور ان میں شامل تھے: حضرت عمر کے والد ماجد، زید بن عمرو بن نفیل جو عظیم ترین حنیف ومسلم تھے وغیرہ۔ اس خاندانِ قریش میں ملائے مکہ کا منصبِ سفارہ بھی موروثی طور سے رہا تھا۔ اس خاندان کے بعض اسلامی اکابر نے خاص طور سے ثقفی خاندانوں سے شادی بیاہ کے تعلقات استوار کیے تھے۔ زبیری وغیرہ نے عہد جاہلی اور عہد نبوی میں اس خاندانِ قریش کے ثقفی خاندانوں سے ازدواجی رشتے قائم کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ (۷۹)

حضرت عبداللہؓ بن عمر بن خطاب عدوی جیسے صحابی جلیل نے ایک ثقفی خاتون صفیہ بنت ابی عبید بن مسعود بن عمرو ثقفی سے شادی کی تھی اور ان کے بطن سے کئی اولادیں تھیں: ۱۔ عبداللہ بن عبداللہ بن عمر، جو بعد کے دورِ اسلامی میں قریش کے اشراف واکابر میں تھے، ۲۔ ابوبکر بن عبداللہ، ۳۔ ابوعبیدہ بن عبداللہ، ۴۔ واقد بن عبداللہ، ۵۔ ابوعبید بن عبداللہ، ۶۔ عمر بن عبداللہ، ۷۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ، ۸۔ عثمان بن عبداللہ اور کئی دختر، جیسے حفصہ بنت عبداللہ بن عمر، سودہ بنت عبداللہ وغیرہ۔ یہ شادی خلافتِ فاروقی میں ہوئی تھی۔

ان میں سے حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن عمر کی ایک دختر حضرت عائشہ نے، جو غیر ثقفی ماں سے تھیں، ایک ثقفی مغیرہ بن اسد بن مغیرہ بن اخنس بن شریق ثقفی سے شادی کی تھی۔ یہ تمام رشتے غالباً اسلامی خلافت کے اولین دور میں استوار کیے گئے تھے۔ (۸۰)

حضرت زید بن خطاب عدویؓ حضرت عمر فاروقؓ کے بڑے محبوب بھائی تھے۔ ان کے ایک فرزند حضرت عبدالرحمٰنؓ تھے۔ انہوں نے ایک ثقفی خاتون ام عمر بنت سفیان بن عبداللہ بن ربیعہ بن حارث بن حبیب بن حارث بن مالک بن حطیط بن جشم سے شادی کی تھی اور ان سے ایک فرزند حضرت عمر بن عبدالرحمٰن تھے، جن کے نام پر والدہ کی کنیت تھی اور اسی سے وہ معروف ہیں۔ (۸۱)

بنو جمح

ان کا خاندان بھی قریش کا ایک معزز خاندان تھا، جس کے جاہلی اور اسلامی اکابر نے تاریخِ اسلام میں اپنے نام ثبت کیے۔ اس کا نسب ہے: ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب اور عمرو بن ہصیص کے فرزند جمح کے نام سے یہ خاندان زیادہ معروف ہوا۔ جاہلی اکابر میں مشہور معاندین رسولِ اکرم ﷺ، امیہ بن

خلف جمحی اور ابی بن خلف جمحی کے علاوہ ان کے ناخلف فرزند اور دوسرے اکابر شامل تھے۔ اس خاندان کا ایک امتیازِ اسلامی بھی ہے کہ اس کا ایک بڑا حصہ حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ اور ان کے بھائیوں کی قیادت میں مسلمان ہوگیا تھا۔ جمحی اسلامی عبقریات میں ان کے علاوہ شامل تھے: حضرت صفوان بن امیہ جمحیؓ اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ المتکبرؓ، وہبؓ، عمیر بن وہبؓ وغیرہ۔ ان میں سے بعض اکابر نے جاہلی اور اسلامی ادوار میں خاندانِ ثقیف وہوازن سے ازدواجی تعلقات استوار کیے تھے۔ (۸۲)

غالباً سب سے اہم رشتہ یہ ہے کہ ثقیف کے تین سرداروں، عبدیالیل بن عمرو بن عمیر، مسعود اور حبیب، جو تینوں حقیقی بھائی تھے، میں سے کسی ایک کی بیوی بنو جمح کی تھی، جب رسولِ اکرم ﷺ نے دعوت ونصرت اسلام کے لیے ان کے شہر کا خاص دورہ کیا تھا۔ (۸۳)

شیوخِ مکہ امیہ بن خلف اور ان کے برادر احیحہ بن خلف کی ماں ایک ثقفی خاتون تھیں: صفیہ بنت اسد بن عمرو بن علاج بن ابی امیہ ثقفی۔ ان کے والد خلف بن وہب بن حذافہ بن جمح نے ان سے جاہلی دور میں شادی کی تھی۔

ابی بن خلف بن وہب جمحی اور ان کے متعدد بھائی بہن بھی امیہ بن خلف جمحی کے بھائی بہن تھے، مگر دوسری ماں سے تھے اور اتفاق سے ان کی ماں بھی ایک ثقفی خاتون تھیں: خلدہ بنت وھب بن اسید بن عمرو بن علاج ثقفی۔

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جمحی سردار وہب کے فرزند خلف جمحی نے کم از کم دو ثقفی خواتین سے شادی کی تھی۔ (۸۴)

صفوانؓ بن امیہ جمحی کی ایک بیوی برزہ بنت مسعود ثقفی تھیں، جو ان کے فرزندِ اکبر عبداللہ بن صفوان جمحی کی ماں تھیں، فتح مکہ کے بعد اسلام لائیں۔ (۸۵)

بنو سہم

بنو جمح کے قریبی رشتے دار وعزیز تھے کہ سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب کا خاندان ایک ہی شخصیت سے چلا تھا۔ اس خاندان نے بھی عظیم جاہلی اکابر اور اسلامی شخصیات پیدا کیں اور انہوں نے مکی قریشی اور عرب سیاست وسماج میں اپنا کردار ادا کیا۔ جاہلی اکابر میں ممتاز ترین تھے: قیس بن عدی بن سہم، ان کے متعدد فرزند جیسے حارث ومقیس وغیرہ، نبیہ ومنبہ بن حجاج، عاص بن وائل وغیرہ۔ اسلامی شخصیات میں عظیم ترین تھے: حضرت عمروؓ بن عاص سہمی، ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ، حضرت خنیسؓ بن حذافہ وغیرہ۔

ان کے ثقفی رشتوں کا ذکر البتہ نہیں ملا۔(۸۶)

بنو عامر بن لوئی بن غالب

قریش کے نسبتاً کم زور بطون میں اس کا شمار کیا جاتا ہے کہ وہ اطراف مکہ کے باسی تھے اور قریش الظواہر کہلاتے تھے۔ لیکن مکی سیاست وسماج میں ان کو بھی اشرافیہ کے حقوق اور مناصب قریش البطائح کی طرح حاصل تھے۔ ان میں کئی جاہلی اکابر وشیوخ بھی ہوئے، جنہوں نے قومی سیاست اور ملکی سماج میں اپنے کام، کردار اور عطیے سے کافی اثر ڈالا، جیسے زمعہ بن قیس بن عبد شمس، حسل بن عامر بن لوی بن غالب، عبدود بن نصر بن مالک بن حسل جو اپنے زمانے کے شیوخ واکابر میں تھے۔ اس خاندان میں بعض بہت ہی اہم اسلامی شخصیات بھی ہوئیں، جیسے حضرت سہیل بن عمرو عامریؓ اور ان کے فرزند حضرت ابو جندلؓ، حضرت سکران بن عمروؓ اور ان کی اہلیہ حضرت سودہؓ بنت زمعہ، جو بعد میں ام المومنین بنیں۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ وصحابیات بھی اس خاندان سے تھے۔

خاندانِ ابی قیس بن عبدوُد بزرگ تر خاندان عامر بن لوی کا ایک ذیلی بطن تھا۔ ان کے بعض اکابر نے ثقفی خواتین سے شادی کی تھی:

عبداللہ بن ابی قیس کی ایک اہلیہ کا نام تھا: وقاص بنت البیاع، یعنی عبد شمس بن عبد یالیل جو ثقفی تھیں اور ان سے تین فرزند: شعبہ، عمرو اور خداش تھے۔

شعبہ بن عبداللہ کے ایک فرزند ابو ذئب ہشام کی ماں تو اموی تھیں اور مشہور سردار ابواحیحہ سعید بن العاص ان کے ماموں تھے، مگر ابو ذئب بن شعبہ عامری کی بیوی ایک ثقفی خاتون تھیں: ثریا بنت شریق بن عمرو ثقفی، جن سے دو فرزند ابوالحکم اور حارث تھے۔

اسی خاندان کے ایک اور متاخر شیخ عباس بن علقمہ بن علقمہ بن عبداللہ بن قیس کی ایک بیوی ثقفی تھیں، جن کا نام تھا: ام کلثوم بنت عبداللہ بن غیلان بن سلمہ بن معتب بن مالک ثقفی، جن کی اولاد میں محمد بن عمرو بن عطا بن عباس بن علقمہ جیسے فرزند تھے۔(۸۷)

بنو جذیمہ بن مالک بن حسل

بزرگ تر بنو عامر بن لوی کا ایک خاندان تھا، جو بعد میں خود ایک بطن وقبیلہ بن گیا تھا۔ اس کی جاہلی شخصیات میں شامل تھے: حُبَیب بن جذیمہ، جن کو شحام کہا جاتا تھا، ان کی ماں اگرچہ غیر ثقفی تھیں لیکن بعد میں ایک ثقفی سے شادی کر لی تھی۔ ابو سرح بن حارث بن حبیب جو مشہور صحابی حضرت عبداللہؓ بن ابی سرح

کے والد تھے۔ اسلامی شخصیات واکابر میں تھے: ہشام بن عمرو بن حارث بن حبیب، جنھوں نے صحیفۂ مقاطعہ کو توڑنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ دوسرے تھے: عبداللہ بن ابی سرح عامری، رضاعی برادرِ حضرت عثمان بن عفان اموی، ان میں کسی شیخ وکبیر کے ثقفی رشتے کا مزید علم نہیں ہوسکا۔(۸۸)

بنو معیص بن عامر بن لوی کا خاندان اپنے عم زاد خاندانوں، بنو سامہ بن لوی، بنو خزیمہ بن لوی، بنو سعد بن لوی، بنو حارث بن لوی، کے مقابلے میں خاصا بڑا اور بااثر تھا۔ اس میں متعدد جاہلی شخصیات نے جنم لیا، جیسے معیص بن عامر لوی، ابولبید بن عبدہ بن جابر وغیرہ۔ اسلامی شخصیات واکابر بھی اس خاندان میں ابھرے، جن میں ممتاز تھے: حضرت العلا بن وہب بن عبد بن وہبان وغیرہ۔ ان کے بعض اکابر نے ثقفی خواتین سے شادیاں کی تھیں:

ربیعہ بن اہیب بن ضباب بن حجیر عامری معیصی کی ایک زوجہ تھیں: قتیلہ بنت وہب بن عبداللہ بن عبداللہ بن ربیعہ بن طریف بن جدی بن سعد بن لیث بن بکر، جن سے متعدد فرزند تھے، جیسے عبیداللہ بن قیس بن شریح بن مالک بن ربیعہ، جوشاعر تھے اور ان کے برادر عبداللہ بن قیس وغیرہ۔(۸۹)

قریشی شخصیات کے ثقفی ماں جائے برادر وخواہر

عرب جاہلی اور اسلامی معاشرے میں یہ سماجی ریت بڑی پختہ اور مقبول چلی آرہی تھی کہ خواتین عرب اپنے ازدواجی رشتے ایک شوہر سے طلاق یا اس کی وفات کے بعد بسااوقات ایک سے زیادہ شوہروں سے یکے بعد دیگرے استوار کرتی تھیں۔ مردِعرب تو بہ یک وقت کئی کئی ازواج اور بیویاں اور ان کے علاوہ باندیاں رکھتے تھے اور عرب جاہلی میں ان کی تعداد زیادہ ہوتی تھی۔ اسلامی عرب معاشرے اور قانون میں تعددِ ازواج کی تحدید کی گئی اور بہ ایک وقت چار بیویوں سے زیادہ رکھنے کی ممانعت کردی گئی۔ خواتینِ عرب میں بیک وقت تعددِ ازواج/شوہران نامدار (Polyandry) کا رواج بالکل نہیں تھا۔ ان کا صرف ایک شوہر ہوتا تھا، البتہ وہ بار بار شادیاں کرسکتی تھیں اور کرتی تھیں اور ان کے شوہر بسااوقات مختلف اوقات میں ایک سے زیادہ ہوتے تھے۔ ان میں مختلف خاندانوں اور علاقوں کے شوہر ہوتے تھے، جس طرح قریشی یا دوسرے عرب شوہروں کی بیویاں مختلف بطون سے ہوتی تھیں۔(۹۰)

ازدواجی رشتوں کے تذکرے میں ماہرینِ نسب وسوانح بالعموم اس امر کا التزام کرتے ہیں کہ فرزندانِ اکابر یا خواتینِ عرب کے ماں جائے بھائی بہنوں کا نام، ان کے والدین کی تصریحات اور خاص کر ان کے قبائلی نسبتوں کے حوالے سے کرتے ہیں، جیسے ہاشم بن عبدمناف کے ایک فرزند نضلہ بن ہاشم

تھے اوران کی ماں امیمہ بنت تھیں جو اقضاعہ کے خاندان سعد ہذیم کی ایک خاتون تھیں۔نضلہ بن ہاشم کے دو ماں جائے بھائی (اخواہ لامہ) تھے :ا۔نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح/ بنوعدی بن کعب،۲۔عمرو بن ربیعہ بن حارث جو مالک بن حسل کے خاندان کے تھے۔اسی طرح اسد بن ہاشم کے دوفرزندوں/ دختروں ابو صیفی اور فاطمہ کے ماں جائے بھائی تھے :مخرمہ اور ابورہم انیس جو دونوں مطلب بن عبد مناف بن قصی کے فرزند تھے۔ماہر نسب زبیری اور دوسرے اہل قلم نے ان ماں جائے بھائیوں یا بہنوں۔(۹۱)

قریشی یا ثقفی ماؤں کی دوسری اولادوں میں خاص کر غیر ثقفی/ قریشی باپوں کے ثقفی ماں جائے بھائی بہنوں کا ذکر اس مبحث میں خاصا اہم ہے۔اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریشی خواتین نے کسی وقت ثقفی مردوں سے شادی کی تھی اور ان ثقفی باپوں سے ان کی اولاد ہوئی، جو قریشی نسب کے لوگوں کے ماں جائے بھائی بہن بننے کی خاص سماجی و معاشرتی ریت و رسم بنی۔ایک ماں کے دو باپوں/شوہروں سے جو اولاد ہوتی تھی، وہ اپنے ماں جائے بہنوں بھائیوں سے خاص محبت و تعلق رکھتی تھی۔ان کے ماں باپ بھی ان کا اپنی اولاد کی مانند خیال رکھتے تھے اور ان سے بہت محبت کرتے تھے، بل کہ ان کو اپنے خاندان کا فرد سمجھتے تھے۔یہ بھی کبھی ہوا کہ پہلے شوہر کی اولاد کم عمری میں بالعموم اور بعد کے حالاتِ مخصوصہ میں بھی دوسرے شوہر/شوہروں کے سائے میں پلی بڑھی۔وہ ''ربیب'' کہلاتی تھی، جس کے معنیٰ ہیں ''پروردہ''، جیسے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد اسدی کے سابق دو شوہروں کی اولادیں رسولِ اکرم ﷺ کی ربیب تھیں اور آپ نے ان کی تعلیم و تربیت اور پرورش و پرداخت کی ذمے داری سگے باپ کی طرح نباہی تھی۔(۹۲)

ثقفی خواتین/ بیویوں کے قریشی شوہروں اور ان کی اولادِ نرینہ وغیرہ کے ذکر میں متعدد ماں جائے بھائی بہنوں کا حوالہ آیا ہے۔اس خاص بحث میں چند مثالیں ان قریشی خواتین کے ثقفی شوہروں سے پیدا ہونے والے مرد وعورت کی دی جاتی ہیں، جو ماں جائے تھے۔کیوں کہ نسبِ قریش کی کتابوں میں خاص کر ان کے مؤلفین نے قریشی مردوں کی بیویوں اور ان کی اولادوں کا ذکر کرنے کو زیادہ ترجیح دی ہے۔البتہ ان کے بیان وضمن میں ان کے ماں جائے بھائی بہن کا ذکر بھی لے آئے ہیں، جو قریشی مردوں کی ثقفی بیویوں کے بطن سے یا دوسرے خاندانوں کی بیویوں کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ان میں قریشی خواتین کے ثقفی شوہروں اور ان کی اولادوں کا تذکرہ ہمارے مبحث سے متعلق بھی ہے۔

صفیہ بنت امیہ اکبر بن عبد شمس قریشی ایک ثقفی شیخ بشر بن عبد دہمان بن عبداللہ بن ہمام بن ابان بن یاسر بن مالک بن حطیط بن جشم/ثقفی کی بیوی تھیں، جن سے ان کے دو فرزند عثمان ثقفی اور ابوالعاص ثقفی تھے۔ بعد میں صفیہ عبشمی/ اموی نے عمرو بن عثمان بن عبداللہ بن عمر مخزومی سے شادی کر لی اور ان سے دو لڑکیاں زینب و

رقیہ ہوئیں، جو عمرو مخزومی کی دختر تھیں اور وہ دونوں ثقفی بھائیوں کی ماں جائی اخوات/ بہنیں تھیں۔(۹۳)

فاختہ بنت حرب الصغریٰ کے ماں جائے بھائی تھے: ۱۔ یزید بن عمرو بن امیہ بن عبد شمس، ۲۔ ظرب بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف، ۳۔ عبداللہ بن اسید بن اسید بن جاریہ ثقفی۔ یعنی تین خاندانوں کے ممتاز افراد ان کی ماں کی طرف سے بھائی تھے: عبشمی/ اموی، نوفلی/عبد مناف اور ثقفی۔(۹۴)

حضرت عبداللہ بن اسید بن جاریہ ثقفی نے بنو زہرہ/قریش کی خاتون ام قتال بنت عبد بن حارث زہری سے شادی کی تھی اور ان سے جو اولاد پیدا ہوئی، وہ ام قتال بنت عبد زہری کے اولین غیر ثقفی/قریشی شوہر سے اولاد کے ماں جائے بھائی بہنوں کا رشتہ رکھتے تھے۔(۹۵)

مشہور معاصر اور شیخ عبد شمس شیبہ بن ربیعہ کے فرزند عبیداللہ بن شیبہ کے ایک صاحب زادے یزید تھے، جن کی ماں ام تمیم بنت حارث بن جندب بن عوف ثقفی تھیں اور ان کے ماں جائے بھائی (اخوہ لامہ) حضرت مہاجر بن خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی تھے، جو مشہور تابعی تھے۔(۹۶)

قبائلی اور دینی وسماجی لحاظ سے ایک اور رشتہ ذرا بعد کا ہے، لیکن اس ضمن میں ذکر کرنے کے لائق ہے۔ کیوں کہ قبائلی عصبیت کا ذکر بہت کیا جاتا ہے۔ حضرت ابوسفیان اموی کے فرزند حضرت عتبہ بن ابی سفیان اموی نے مشہور ثقفی صحابی حضرت عروہ بن مسعود بن معتب ثقفی کی دختر ام سعید سے شادی کی۔ بعد میں ان سے حضرت علیؓ نے شادی کر لی اور ان ثقفی خاتون کے بطن سے حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی کی دو دختر ہوئیں: ایک ام الحسین تھیں اور دوسری رملہ۔ یہ دونوں ہاشمی خواتین عتبہ بن ابی سفیان اموی کے فرزند حضرت عبداللہ بن عتبہ اموی کی ماں جائے بہنیں (اختاہ لامہ) تھیں۔(۹۷)

جاہلی عہد سے عہد نبوی تک اور بعد میں اسلامی خلافت کے دونوں ادوار، راشدہ واموی، میں ایسے بہت سے رشتے تھے، جو ایک دوسرے خاندان کو مادری نسبت وتعلق سے محبت والفت کے رشتوں میں باندھتے تھے۔

• صحابۂ کرام کی ثقفی ازواج

قریش مکہ کے علاوہ ان کے موالی اور حلفائے نے بھی بعض ثقفی خواتین سے شادی کی تھی۔ ان میں سے بعض جلیل القدر صحابہ تھے۔ ان صحابۂ کرام کا نسبی اور قبائلی تعلق قریش کے بطون سے تھا، تاہم وہ ان کے موالی وحلفائے ہونے کے ناطے اور مکہ مکرمہ کے باشندے ہونے کے سبب قریش کے خاندانوں سے وابستہ ہی نہیں، ان کے ارکان بھی تھے۔ ان موالی وحلفائے نے مختلف اوقات میں قریشی خاندانوں

اور بدوی قبائلِ عرب کے علاوہ بعض ثقفی خاندانوں سے بھی شادی بیاہ کے تعلقات استوار کیے تھے۔ یہ تعلقاتِ مصاہرت مکی دور کے بھی تھے اور مدنی زمانے کے بھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی کی ثقفی زوجہ

بہت مشہور صحابی اور حبرِ امت حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلیؓ مکہ مکرمہ کے اموی سردار عقبہ بن ابی معیط کے مولیٰ تھے۔ ان کے والد ماجد مسعود بن غافل نے رسولِ اکرم ﷺ کے ننہالی خاندان بنو زہرہ کے شیخ حارث بن زہرہ سے جاہلیت میں حلف کا معاہدہ کیا تھا اور ان کے حلفائے میں شامل تھے۔ ان کی ایک زوجہ محترمہ کا نام زینب تھا، مگر وہ ریطہ اور رائطہ کے لقب سے بھی جانی جاتی تھیں۔ معاجمِ صحابہ میں ان کا ذکر ریطہ بنت عبداللہ ثقفی کے ذیل میں ملتا ہے۔ وہ حضرت عبداللہ کی دوسری بیوی تھیں اور دست کار تھیں۔ شوہرِ نام دار اپنے فضل و علم اور علمی مشغولیت کے سبب ناداری اور فقیری کے خوگر تھے، لہٰذا خاتونِ محترمہ ان کا اور ان کی اولاد کا خرچہ خود کما کر اٹھاتی تھیں اور صدقات بھی کرتی تھیں۔ (۹۸)

حضرت عتبہ بن غزوان مازنی کی ثقفی زوجہ

مشہور طبیبِ عرب حارث بن کلدہ ثقفی کی دختر حضرت ارویٰ تھیں، جو مشہور صحابی حضرت عتبہ بن غزوانؓ کی زوجہ تھیں۔ ان کی ایک خاص رشتے داری یہ بھی تھی کہ ان کے متعدد ماں جائے بھائی (اخوتہا لامہا) تھے، جیسے ابوبکرہ، نافع اور زیاد بن ابی سفیان اموی اور ان سب کی ماں سمیہ نامی مشہور خاتون تھیں، جو حارث بن کلدہ ثقفی کی مولاۃ تھیں۔ (۹۹)

عبید رومی/ثقفی کی ثقفی زوجہ

تاریخِ اسلام کی ایک مشہور، مگر بدنام شخصیت حضرت سمیہ کی ہے جو مشہور طبیبِ عرب حارث بن کلدہ ثقفی کی باندی تھیں۔ ان کی حیثیت ''ملک یمن'' کی تھی، لہٰذا وہ اپنے آقا کے بچوں نافع بن حارث ثقفی اور نفیع بن حارث ثقفی کی ماں بنیں، پھر آقا نے ان کو چھوڑ دیا اور اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید بن ابی علاج ثقفی کو ہبہ کر دیا۔ انہوں نے سمیہ کی شادی عبید رومی نامی غلام سے کر دی۔ ان سے زیاد پیدا ہوئے، پھر ان کو صفیہ نے آزاد کر دیا۔ یہ بلاذری کی عوانہ سے روایت ہے۔ بہ ہر حال سمیہ کو رومی باندی قرار دیا گیا ہے۔ دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان اموی کی ماں سمیہ کو باندی کہا گیا ہے اور بہ طور ملک یمین وہ ابوسفیان اموی کے تصرف میں آئیں اور زیاد کی ماں بنیں۔ موطا کی روایت/ حدیث اور دوسرے مآخذ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سمیہ حضرت ابو

سفیان بن حرب اموی کی ملکِ یمین میں تھیں اور زیاد ان کے فرزند تھے، جو تاریخ میں زیاد بن ابیہ کے نام سے مطعون و بدنام ہیں۔ بیش تر جدید مورخین نے حدیث کی تصریح کو نظر انداز کردیا ہے۔ (۱۰۰)

مختصر تنقیدی تجزیہ

قریش وثقیف کے باہمی ازدواجی رشتوں کا سلسلہ جاہلی عرب کی تاریخ اور عرب معاشرت کا ایک باب تھا۔ اس کے آغاز کا صحیح لمحہ یا تاریخ متعین کرنا مشکل ہے کہ انساب وتواریخ کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر یا حوالہ نہیں ملتا، لیکن یہ طے ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت سے قریب قریب ایک صدی قبل ان دونوں اہم ترین عرب قبیلوں کے درمیان ازدواجی رشتے استوار ہو چکے تھے۔ ہاشم بن عبد مناف اور ان کے برادر اکبر عبد شمس اور بنو عبد مناف کے بقیہ دونوں خاندانوں، بنو مطلب و بنو نوفل، کے سادات نے ثقفی خاندانوں میں اپنے فرزندوں اور دختروں کی شادیاں کی تھیں۔ اسی طرح قریش کے دوسرے اہم بطون اور خاندانوں کے جاہلی اکابر نے اسی زمانے میں ثقیف طائف سے ازدواجی رشتے قائم کیے تھے۔ ان میں شامل تھے: بنو زہرہ بن کلاب، بنو تیم بن مرہ بن کلاب، بنو مخزوم بن مرہ بن کعب، بنو جمح بن عمرو بن ھصیص بن کعب، بنو عامر بن لوی بن غالب، بنو معیص بن عامر بن لوی۔ ان میں سب سے زیادہ ازدواجی رشتے عبد شمس کے خاندان بنو امیہ کے تھے اور ان کے ذیلی خاندانوں، بنو ابو العاص بن امیہ، بنو ابی العیص بن امیہ، خاص کر بنو حرب بن امیہ، نے سب سے زیادہ ثقفی رشتے استوار کیے تھے۔ بنو عبد شمس کے سربراہ کی کم از کم تین دختروں کو ثقفی خاندانوں سے منسوب کیا گیا تھا۔ بنو امیہ اکبر بن عبد شمس کی دو دختروں کی شادی ثقیف میں ہوئی تھی۔ بنو حرب بن امیہ میں شیخ خاندان حرب کی ایک ہوازنی بیوی کے علاوہ دو تین دختریں ثقفی خاندان سے منسوب تھیں، جب کہ ابو سفیان بن حرب کی تین دختروں، ام الحکم، صخرہ، میمونہ، کے ثقفی شوہروں کے علاوہ دو فرزندوں، عتبہ اور محمد، کی بیویاں ثقفی تھیں۔ ان کے دوسرے ذیلی خاندانوں میں اس کے علاوہ کم از کم ایک درجن رشتے ثقفی خاندانوں میں کیے گئے تھے۔ ہاشمی اور مطلبی خاندانوں کے صرف دو ایک رشتوں کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن وہ اہم ہے۔ بنو زہرہ کے شیوخ عبد مناف اور حارث کی متعدد رشتے داریاں ثقفیوں سے تھیں۔ اسی طرح بنو مخزوم اور بنو جمح کے کئی رشتے ثقفی خاندانوں سے تھے۔

ان کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کی بعض جدات (دادیاں) ثقفی تھیں، جیسے حیہ بنت ہاشم کی ماں/ ہاشم بن عبد مناف کی بیوی ام عدی بنت حبیب ثقفی تھیں۔

آپ ﷺ کی متعدد پھوپھیوں اور خالاؤں کی شادیاں ثقفی خاندانوں میں کی گئی تھیں۔ اسی طرح

کئی چچیاں ثقفی تھیں، جیسے حارث بن عبدالمطلب اور قثم بن عبدالمطلب دونوں چچا تھے اور ان کی بیویاں ثقفی تھیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کے متعدد عم زاد بھائیوں/ بہنوں اور دوسرے قریشی صحابۂ کرام کے ازدواجی رشتے ثقیف سے تھے:

۱۔ چچا مقوم بن عبدالمطلب ہاشمی کی دختر اروٰی حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاندان میں بیاہی گئی تھیں اور ان کے شوہر تھے: ابومسروح حارث بن یعمر سعدی۔

۲۔ بنو مطلب کے تین چچا زاد بھائیوں، عبیدہ، طفیل اور حصین، فرزندانِ حارث بن مطلب ایک ثقفی ماں کے فرزند تھے اور عظیم بدری صحابی بھی۔

۳۔ بنو عبدشمس/ امیہ کے عم زاد بھائی بہنوں یعنی ابوسفیان بن حرب بن امیہ کے فرزندوں اور دختروں کی ایک بڑی تعداد بھی ثقفی ازدواجی رشتے رکھتی تھی۔ ان میں ابوسفیان کی تین دختروں، ام الحکم، صخرہ اور میمونہ، کی ثقفی خاندانوں میں شادیوں نے رسولِ اکرم ﷺ کو ام المومنین حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان اموی ؓ کے رشتے سے دہرا باندھ دیا تھا۔ ان سب ''سالیوں'' کی ثقفی اولادیں ام المومنین کے بھانجے بھانجیاں تھیں۔

۴۔ خاندان ابوالعاص بن امیہ کے شیخ ابواحیحہ سعید بن العاص اموی رسولِ اکرم ﷺ کے معاصر شیخ قریش بھی تھے اور رشتے کے چچا بھی۔ ان کی بیوی (ایک بیوی) ثقفی تھیں اور ان کے فرزند حضرت خالد بن سعید بن العاص اموی ؓ سابقین اولین میں شامل تھے اور عظیم ترین صحابیوں میں بھی۔

۵۔ خاندان ابوالعیص بن امیہ کے شیخ اسید بن ابی العیص اموی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد لگتے تھے اور ان کے فرزند حضرت عتاب بن اسید اموی ؓ آپ ﷺ کے بھتیجے۔ وہ ثقفی زوجہ/ ماں کے فرزند تھے اور رسولِ اکرم ﷺ کے مکہ مکرمہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے۔

۶۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفرِ طائف سے واپس آنے کے بعد مکے میں قریش کے درمیان جوار اور حمایت ونصرت دینے والے بنونوفل کے شیخ مطعم بن عدی کے بھائیوں اور بھتیجوں کی شادیاں ثقیف میں ہوئی تھیں اور ان سب نے مل کر آپ ﷺ کی حفاظت ونصرت کی تھی۔

۷۔ بنو زہرہ کا خاندانِ قریش رسولِ اکرم ﷺ کا ننہال تھا۔ آپ کے نانا وہب بن عبدمناف زہری کے چچا حارث بن زہرہ کی زوجہ ثقفی تھیں۔ اسی خاندانِ اخوال کے صحابیِ جلیل حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری ؓ کی ایک متاخر بیوی ثقفی تھیں، جب کہ دختر حضرت جویریہ ایک زہری سے منسوب تھیں۔ بنو

مخزوم کے سردار ولید بن مغیرہ اور ان کے فرزند جلیل حضرت خالد بن ولید مخزومیؓ مکہ و قریش کے اکابر میں تھے اور رسولِ اکرم ﷺ کے عزیز قریب لگتے تھے۔ اول الذکر کی بیوی ثقفی تھیں، یعنی خالد سیفؓ اللہ کی ماں بنو ثقیف سے تھیں۔ اس خاندان کے بعض اور صحابۂ کرام کے ثقفی خاندانوں سے رشتے تھے۔

۸۔ قریشِ مکہ کے متعدد اکابر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنو جمح کے خاندان سے رشتے دار لگتے تھے، اگر چہ وہ اسلام کی وجہ سے آپ ﷺ کے معاند تھے۔ مشہور معاصرین میں امیہ بن خلف جمحی اور ابی بن خلف جمحی دونوں کی مائیں دو الگ ثقفی خاتون تھیں اور اسی خاندان کی ایک جمحی خاتون ثقیف و طائف کے تین مشہور و عظیم ترین سرداروں میں سے کسی ایک کی بیوی تھیں اور ان سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے سفر کے دوران ملاقات کی تھی۔

۹۔ مکہ مکرمہ میں آباد خاندانِ ثقفی، اخنس بن شریق ثقفی، اور دوسرے ثقفی خاندانوں سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے تعلقات تھے۔ اخنس ثقفی اور ان کے خاندان سے بالخصوص کہ وہ آپ ﷺ کے ننہالی رشتے داروں کے حلیف بھی تھے اور مصاہرت کے رشتے دار بھی تھے۔ ان میں سے متعدد حضرات آپ ﷺ کے عظیم اور اولین صحابۂ کرام میں شامل تھے۔

۱۰۔ ان خالص ثقفی یا طائف و دیارِ ثقیف میں آباد خاندانوں سے قریش کے واسطے ہی سے نہیں، آپ ﷺ کے بہ راہِ راست بھی روابط تھے۔ ان کے علاوہ مکہ مکرمہ میں آباد ثقفی خاندانوں سے بھی تھے۔ ان ثقفی خاندانوں کا مکہ مکرمہ اور قریش سے بہت گہرا رشتہ تھا اور دونوں ایک دوسرے کے اکابر، افراد و طبقات اور ان کے احوال و کوائف سے خوب واقفیت رکھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بعثت سے قبل بھی خوب واقف تھے اور ازدواجی رشتوں کی بنا پر خاص کر دونوں جاہلی اور اسلامی ادوار میں ان سے پوری آگاہی رکھتے تھے۔

ثقفی خاندانوں سے قریشی ازدواجی روابط کے تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قریش کے تمام بڑے خاندانوں کے ازدواجی رشتے ثقیف و طائف کے تمام بڑے خاندانوں سے تھے۔ ان میں نمایاں ترین چند ثقفی خاندان تھے، جن سے مختلف قریشی خاندانوں نے رشتے استوار کیے تھے:

بنو مالک بن حطیط بن جشم بن قسی/ ثقیف سے بنو ہاشم، بنو مطلب، بنو عبد شمس/ بنو امیہ کے خاندانوں کے رشتے خاص تھے۔

بنو علاج بن ابی سلمہ ثقفی کا خاندان مکے میں ثقفی خاندان اخنس ثقفی کے علاوہ بنو عبد شمس/ امیہ اور بنو جمح سے خاص تعلق رکھتا تھا۔

بنوحویرث بن حارث بن حبیب ثقفی سے بنوامیہ، بنونوفل، بنومخزوم اور بعد میں بنوعدی کی ازدواجی رشتے داریاں ہوئی تھیں۔

بنوعمرو بن عمیر بن عوف/ بنوغیرہ ثقفی سے بنوعبد بن امیہ بن عبدشمس، بنوزہرہ اور بنوعمرو بن کعب کے ازدواجی رشتے تھے۔

ان تمام ازدواجی رشتوں میں کسی نہ کسی واسطے سے ثقیف کے دو دھڑے بنو مالک اور بنو احلاف وابستہ تو تھے ہی، طائف وثقیف کے عظیم ترین سادات یعنی رئیس القبائل، جو رسولِ اکرم ﷺ کے معاصرین تھے، بہ راہِ راست رشتے رکھتے تھے، خاص کر موخر الذکر کے خاندان والے۔ اس لیے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے لڑکپن سے پچاس سال کی عمر شریف تک ان ثقفی خاندانوں اور ان کے اکابر سے اپنی جدات وعمات وخالات کے رشتوں کے علاوہ اجداد واعمام واخوال کے رشتوں سے بھی آگاہ تھے اور ان سے بہ راہِ راست بھی واقفیت رکھتے تھے کہ دعوتِ دینی اور تبلیغِ حق کے دوروں میں وہ صحابۂ کرام کے خاندانوں سے مزید واقف ہوتے جاتے تھے۔ پھر ثقیف و دیارِ ثقیف کے رشتے داروں کے قبولِ اسلام، تجارت وکاروبار اور سماجی زیارات کے رشتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تازہ بہ تازہ آگاہی بخشی تھی۔

مکہ مکرمہ اور قریش میں ثقفی سکونت

مکہ اور طائف کے دو عظیم قریوں کے باسیوں کے درمیان وسیع سماجی تعلقات غالباً صدیوں سے قائم تھے۔ معاشرتی تعلقات کی ایک جہت یہ تھی کہ ثقیف وہوازن کے متعدد مرد وزن، کبیر وصغیر، غلام و آزاد مکہ مکرمہ میں آباد ہوگئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں قریش کے درمیان ان کی سکونت وآبادکاری کے مختلف اسباب ہوسکتے تھے اور واقعتاً تھے، جن کا تجزیہ بعد میں کیا جائے گا۔ مختصر طور سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان میں دینی، مذہبی اور معاشی وسیاسی سے زیادہ معاشرتی اور سماجی عناصر نے کارفرمائی کی تھی۔ شادی بیاہ کے تعلقات، آمدورفت کے معاملات اور انسانی معاشرت کے مبادیات نے ان کو اپنے وطن کو چھوڑ کر مکے میں لابسایا تھا۔ (۱۰۱)

جاہلی دستورِ معاشرت کے مطابق غیر قریشی مکہ مکرمہ میں آباد ہوتے تو کسی شیخ خاندان یا بطنِ قریش کے ساتھ وابستہ ہوجاتے۔ اس معاشرتی وابستگی کی دو صورتیں تھیں:

۱۔ معزز افراد اور طبقات وخاندان کسی قریشی کے حلیف بن جاتے تھے۔ حلف کے اس رشتے میں دونوں فریقوں کو برابر کے حقوق وفرائض حاصل ہوتے تھے۔ سرپرست خاندان کی عددی قوت بڑھتی تھی

اور حلیف کو حفاظت ملتی تھی۔

۲۔ ولا/ مولیٰ کے رشتے میں دونوں فریقوں کو یہی انعامات ملتے تھے، لیکن مولیٰ/ موالی کو بہ ہر حال سرپرست خاندان سے فروتر سمجھا جاتا تھا۔ بیش تر ثقفی افراد وطبقات نے حِلف وحلیف کے رشتے کو اختیار کیا تھا اور قریش نے بھی اسے تسلیم کیا تھا کہ وہ ان کے ہم پلہ وہم سر تھے۔ (۱۰۲)

موالی ہوں یا حلفا، دونوں محبت ورفاقت کا رشتہ استوار کرنے کے بعد قریشی سرپرستِ خاندان کے افراد بن جاتے تھے۔ حلفا اور ارکانِ بطون کے درمیان حقوق وفرائض، معاشرت وارتباط اور دوستی و قرابت کے لحاظ سے کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا تھا۔ بسا اوقات حلفا اپنے قریشی سرپرست خاندانوں سے ازدواجی تعلقات استوار کر لیتے تھے اور یہ دوطرفہ تعامل کی صورت بھی ہوتی تھی۔ ایک دل چسپ صورت یہ بھی نظر آتی ہے کہ غیر قریشی یا آفاقی آبادکار حلف وولا کا رشتہ تو ایک قریشی خاندان سے استوار کرتے تھے اور ازدواجی روابط کسی دوسرے غیر حلیف قریشی خاندان سے۔ اس طرح ان کو زیادہ تحفظ، وسیع تر تعلق اور اہم تر مقام حاصل ہو جاتا تھا۔ اسد خزیمہ کے خاندان بنو غنم بن دودان وغیرہ نے حلف کے تعلقات تو خاندان بنو عبد شمس/ امیہ سے استوار کیے تھے اور شادی بیاہ کے بنو ہاشم سے۔ ثقفی آبادکاروں اور مکہ کے حلیفوں نے بھی بسا اوقات یہی وسیع تر ومفید تر سماجی ارتباط دو دو خاندانوں سے قائم کیا تھا۔ (۱۰۳)

مکے میں ثقیف کی آبادکاری کا آغاز وارتقا

سماجی تاریخ اور معاشرتی مطالعے کی ایک مشکل یہ بھی ہوتی ہے کہ بالعموم آغازِ معاشرت کا ٹھیک ٹھیک مرحلہ طے کرنا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکہ میں سکونت اور نسلِ ابراہیمی کی آبادکاری کی تاریخ قرآن وحدیث کے واضح بیانات کی وجہ سے واضح ہے۔ اس کے بعد قریش کے آغاز و ارتقا کا اولین مرحلہ اسی مشکل سے دوچار ہوتا ہے کہ قریش کا اصل بانی کون تھا اور کس نے بنائے قبیلہ رکھی تھی؟ بہ ہر حال قریشِ مکہ کے بارے میں اتنی دقتیں نہیں پیش آتیں، لیکن دوسرے قبائل وبطون کے مختلف علاقوں میں سکونت اختیار کرنے کے مسائل بہت ہیں۔ مکہ مکرمہ اور قریش کے درمیان ثقیف وہوازن کے افراد وطبقات کی آبادکاری کا معاملہ اس سے زیادہ دقت طلب اور دشوار ہے۔ (۱۰۴)

اس کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے، اور اس کے صحیح ہونے پر اصرار بھی کیا جا سکتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ثقیف وہوازن کے افراد وطبقات کی آبادکاری کا نقطۂ آغاز ان دونوں کے قدیم زمانے سے اور غالباً طائف وقرب وجوار کے علاقوں میں ہوازن کے آباد ہونے کے روز سے تھا۔ دونوں شہروں کی قربت و

قرابت سے زیادہ اہم یہ عامل تھا کہ ہوازن وثقیف بہ ہر حال عرب تھے اور دینِ ابراہیمی کے پیروکار بھی تھے۔ مکہ مکرمہ میں خانۂ کعبہ کی موجودگی نے ان کو بھی اپنی طرف اول روز سے کھینچا تھا اور عمرہ وطواف کے ارکان نے اول لمحے سے اس سے وابستہ کیا تھا۔ تاریخ عرب اور خاص کر تاریخِ مکہ وقریش کی یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ پورے عرب سے عمرہ وحج کرنے والے مکہ مکرمہ ضرور بالضرور آتے تھے۔ سالانہ حج کے مواسم کے علاوہ عمرہ وزیارت کسی وقت بھی کی جاسکتی تھی اور عرب زائرین اور معتمرین (عمرہ کرنے والے) مسلسل آیا کرتے تھے۔ ان میں ثقیف وہوازن کے افراد وطبقات بھی شامل تھے، جیسا کہ روایات بتاتی ہیں اور ان پر بحث اپنے مقام پر آتی ہے۔ (۱۰۵)

آمدورفت کے مسلسل عمل نے اور دین ومذہب، تجارت ومعیشت اور سیاست وتمدن کے مختلف عوامل نے ان ثقفی/ ہوازنی افراد وطبقات کو بھی مکہ مکرمہ میں قریش کے درمیان بسنے اور زندگی بسر کرنے کے بہتر مواقع دکھائے تھے اور ان میں بہت سے لوگوں نے مکہ مکرمہ کو وطن بنالیا تھا اور قریش کے خاندانوں سے حِلف وولا اور دوستی وقرابت کے رشتے استوار کرلیے تھے۔ پھر اصل چیز مکے میں قریش کے درمیان ثقیف وہوازن کی سکونت کی تاریخ کا اولین لمحہ متعین کرنا نہیں ہے، بل کہ اس باہمی معاشرت کے اثرات کا تجزیہ کرنا ضروری اور دل چسپی کی چیز ہے۔ وہ چند افراد وطبقات کی مکے میں سکونت کے واقعات سے مل جاتی ہے۔

قریش وثقیف کے درمیان حلف کا پس منظر

محمد بن حبیب بغدادی نے قریش وثقیف کے درمیان ''احلاف'' کا پس منظر ایک قدیم راوی سے بیان کیا ہے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش کی جب تعداد زیادہ ہوگئی تو ان کو وادی طائف (وج) میں دل چسپی پیدا ہوئی کہ وہ بہت زرخیر وادی تھی۔ قریش نے ثقیف سے کہا کہ ہم تم کو حرم میں شریک کررہے ہیں اور تم ہم کو وج میں شریک کرو۔ ثقیف نے کہا کہ تم کو ہم ایک ایسی وادی میں کیسے شریک کرسکتے ہیں، جس کو ہمارے اجداد نے اپنے ہاتھوں سے کھودا تھا اور اس کی گڑائی وغیرہ میں لوہے سے کام نہیں لیا تھا۔ پھر تم نے تو حرم نہیں بنایا، بل کہ اسے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنایا تھا۔ قریش نے کہا کہ تم حرم میں مت آنا اور ہم وج میں نہیں جائیں گے۔ جب صورت حال خراب ہوگئی اور جنگ کا خطرہ پیدا ہوگیا تو ثقیف نے قریش سے حلف کا معاہدہ کرلیا اور دوس سے بھی حلف وشراکت کا مطالبہ قریش نے کیا تو ثقیف کے بنو الاحلاف کے شیوخ عبدیالیل بن معتب اور مسعود بن عمرو وغیرہ چند دوسرے افراد نے دوس کے

پاس جا کر تمام صورت حال بتائی کہ ہم نے قریش سے حلف کرلیا کہ وہ ہم کو حرم میں داخل کریں گے اور ہم ان کو وادی وج میں شریک کریں گے۔اس پر دوس نے بھی قریش سے حلف کا معاہدہ کرلیا۔تمام دوس نے اس معاہدے میں شرکت نہیں کی تھی،صرف ان کے چند خاندانوں نے حصہ لیا تھا۔ان میں شامل تھے: بنو سلامان، بنو منہب، بنو مالک اور نبیش کے لوگ۔

راوی عبدالعزیز بن عمران کا بیان ہے کہ قریش نے ثقیف کے جس خاندان سے اولین معاہدۂ حلف کیا تھا، وہ بنو علاج تھے۔ان کے دو سردار تھے: شریق بن وہب بن عبدالعزیٰ بن علاج اور ان کے بھائی عمرو بن وہب۔ان کے دوسرے بھائی بنو جاریہ بن عبدالعزیٰ بھی شامل تھے۔ان دونوں شیوخِ احلافِ ثقیف کے حلف کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے ثقیف کے دوسرے خاندان بنو مالک کے ایک شخص عمرو بن غیرہ المالکی کو قتل کر کے حرم مکہ میں پناہ لی اور بنو زہرہ بن کلاب کے شیخ وفرزند حارث زہری سے حلف کا معاہدہ کرلیا اور ایک سال مقیمِ مکہ رہے۔اس کے بعد عمرو بن وہب ثقفی تو اپنی قوم کے پاس طائف لوٹ گئے کہ ان کی قوم معاف کرے یا ان کو قتل کردے،لیکن ذلت وتوہین کے حلف سے وہ بہتر ہے۔قوم نے ان کو معاف کردیا تو ان کے بھائی شریق بن وہب نے بھی واپس جانے کا ارادہ کیا،لیکن نہیں گئے اور تمام آلِ علاج اس حلفِ بنی زہرہ میں داخل ہوگئے۔ان کے ایک سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ نے بنو علاج کے ان دونوں فرزندوں کے حلف کا ذکر ایک اور اختلافی معاملے میں کیا ہے، جو بنو زہرہ کو بنو امیہ بن عبد شمس سے ہوا تھا۔بغدادی نے اس قصے ذکر اول کتاب میں تفصیل سے کیا ہے۔(۱۰۶)

مکے میں مقیم ثقفی سادات کے خاندان

کتبِ انساب میں بالعموم مکہ مکرمہ میں سکونت رکھنے والے ساداتِ ثقیف کے خاندانوں/ اولادوں کا ذکر ملتا ہے۔لیکن سیرت وتاریخ اور سوانح وتراجم کی کتابوں میں ان کا ذکر آتا ہی نہیں، آتا ہے تو صرف مختصر وتشنہ انداز سے، جس سے ان ثقفی حلیف خاندانوں کے افراد وسادات کا پتا لگانا اور ان کے سماجی و معاشرتی مقام اور قریش میں ان کے انضمام کا تجزیہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے۔بہ ہر حال روایات واخبار میں ذکر ملے یا نہ ملے، یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ ان ثقفی سادات واکابر کے خاندان تھے جو مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر رہے اور غالباً ہجرت نبوی کے بعد مدنی دور میں بھی وہ وہیں مقیم رہے، جیسا کہ ان کے سربراہوں کا حال تھا۔صحابہ کے تراجم، اسد الغابہ اور اصابہ وغیرہ، میں ان کا ذکر انفرادی طور سے ضرور ملتا ہے اور اس کی بنا پر ان کے خاندانوں کی صورت گری کی جاسکتی ہے۔

خاندانِ اخنس بن شریق ثقفی

شیخ ثقیف کے فرزند حضرت مغیرہ بن اخنس ثقفیؓ تھے، جن کو صراحت کے ساتھ حلیفِ بنی زہرہ بتایا گیا ہے۔ وہ مدتوں مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ وہیں فتح مکہ کے بعد اسلام لائے۔ ان کے دوسرے کارناموں کا خصوصاً عہدِ نبوی کے واقعات میں ذکر کم ملتا ہے۔ ان کا خلافتِ عثمانی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی حفاظت کرتے ہوئے یوم الدار میں شہید ہو گئے تھے۔ انہوں نے باغیوں سے قتالِ شدید کیا تھا، اشعار کہتے تھے اور بعض لوگوں کو زخمی بھی کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے بعض کاموں کو ناپسند کیا تھا۔ غالباً حضرت مغیرہ بن اخنس ثقفیؓ بعد میں دوسرے مہاجرینِ مکہ کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے۔ وہ حرمین شریفین کے ایک قابلِ ذکر شیخ ثقفی تھے۔ (۱۰۷)

ابوالحکم بن اخنس بن شریق ثقفی ان کے دوسرے فرزند تھے، جو غزوۂ احد میں مشرکین کی طرف سے لڑے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کا چیلنج قبول کر لیا تھا اور ان کی شہ سواری کے باوجود تلوار کا ایسا وار کیا کہ ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس سے پہلے بنوامیہ کے حلیف صحابی حضرت عبداللہؓ بن جحش بن رئاب اسدی کو ابوالحکم بن اخنس ثقفی ہی نے شہید کیا تھا۔ (۱۰۸)

یہ ظاہر ہے کہ حضرت اخنس بن شریق ثقفیؓ کے خاندان یا ان کے اپنے فرزندوں کی تعداد انہیں دو پر مشتمل نہ تھی۔ ان کا ایک بھرا پرا خاندان تھا، جس میں بلاشبہ کافی افراد تھے۔ پھر ان کے اپنے موالی اور حلفا بھی تھے اور خدام و غلام بھی، جیسا کہ عرب دستور تھا۔

خاندانِ اخنس ثقفی کی سکونتِ مکہ

غالباً مکہ مکرمہ میں قریشی بطون کے درمیان ثقفی سکونت و اقامت کی نمائندہ مثال اس خاندان کی آبادکاری ہے۔ حضرت اخنس بن شریق بن عمرو بن وہب بن علاج بن ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف الثقفی کی کنیت ابوثعلبہ تھی اور اخنس ان کا لقب ہے اور اصل نام اُبی ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ وہ کاروانِ ابوسفیان اموی و قریشِ مکہ کی بہ حفاظتِ تمام واپسی کی بنا پر قریشی فوج کے سالاروں سے متفق نہ تھے کہ اب مسلمانوں اور رسولِ اکرم ﷺ سے جنگ و جدال کیا جائے، کیوں کہ اصل مقصد فوج کشی کا یہی تھا کہ قریشی کاروانِ تجارت کو مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والی خبروں کے مطابق تاخت سے بچایا جائے، لہٰذا وہ بنوزہرہ کے تمام لوگوں کے ساتھ واپس ہو گئے اور جنگِ بدر میں حصہ نہیں لیا۔ لہٰذا ان کو اخنس (پلٹ جانے والے) کا لقب دیا گیا۔ وہ قریش کے ایک اہم خاندان بنوزہرہ کے حلیف تھے اور ایسے حلیف تھے کہ ا

خاندان کے سب سے بااثر شیخ وسردار بن گئے تھے۔ مکہ مکرمہ کے قریشی سادات میں ان کا شمار ہوتا تھا اور وہ مخزومی سردار ابوجہل اور اموی سپہ سالار ابوسفیان بن حرب کے ہم پلہ تھے۔ اسی واقعے سے ان کے اثر واقتدار کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قریشی خاندان کے شریک فوج افراد نے ان کے فیصلے پر عمل کیا تھا۔(۱۰۹)

مکہ مکرمہ میں خاندانِ اخنسؓ بن شریق ثقفی کی سکونت واقامت اور بنوزہرہ سے ان کے حلف کا تاریخی نکتہ ابھی تک تحقیق طلب ہے۔ خاص کر یہ معاملہ کہ وہ خود مکہ مکرمہ آکر بسے تھے یا ان کے والد نے اول اول سکونت اختیار کی اور معاہدۂ حلف استوار کیا تھا۔ ازدواجی رشتوں کی تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالباً ان کے والد شیخِ ثقیف نے ہی مکہ مکرمہ آکر شادی بیاہ کی اور سکونت اختیار کرلی۔ بہرحال اخنس بن شریق ثقفی مکہ مکرمہ اور قریشی امور میں سیادت وسرداری کے درجات پر فائز تھے اور قومی سیاست میں بھی اہم تھے۔ انہوں نے غزوۂ بدر کے بعد کاروانِ بنی زہرہ کو اکابر قریش سے واپس دلوایا تھا اور حضرت ابوبصیر ثقفیؓ کے قریشی سفیر کے قتل کی دیت دینے سے بھی انکار کیا تھا۔ اس کا ایک اور اندازہ اس واقعے سے بھی ہوتا ہے کہ سفرِ طائف سے واپسی کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اخنس ثقفی سے ہی جوار طلب کی تھی، لیکن اخنس نے یہ کہہ کر معذرت کی:

انا حلیف والحلیف لایجیر (۱۱۰)

میں خود حلیف ہوں اور حلیف جوار نہیں دیتے

حضرت اخنسؓ بن شریق ثقفی کے دوستانہ روابط قریش کے تمام اکابر وشیوخ سے بھی تھے۔ ان میں ابوسفیانؓ بن حرب اموی اور ابوجہل مخزومی غالباً ان کے عزیز ترین دوست تھے۔ ان تینوں کا ایک واقعہ تاریخ وسیرت اور حدیث میں بہت دل چسپ آیا ہے۔ وہ مکہ مکرمہ کی سماجی اور سیاسی زندگی کا ایک اہم اشاریہ بھی ہے اور اسلام اور رسولِ اکرم ﷺ سے ان کے تعلقات کا ایک باب بھی۔ ابن اسحاق وغیرہ نے تفصیل سے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک رات یہ تینوں اکابرِ قریش چھپ کر رسولِ اکرم ﷺ کی تلاوت قرآن سننے کے لیے گئے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی سنتِ مبارکہ تھی کہ آپ اپنی گھریلو مسجد میں رات کی نمازوں میں بڑی پرسوز تلاوت کیا کرتے تھے۔ تینوں اکابر قریش الگ الگ مقامات پر چھپے سنتے رہے اور جب واپس ہوئے تو تینوں کی ملاقات ایک دوسرے سے ہوگئی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو لعن طعن کیا، مگر دوسری اور تیسری رات بھی وہ بالآخر قراءتِ نبوی سننے کے لیے وہاں پہنچ ہی گئے۔ آخر کار تینوں نے قسم کھالی کہ اب ایسا نہ کریں گے۔ لیکن رسولِ اکرم ﷺ کی نبوت وپیغام نے ان کو مضطرب کر رکھا تھا۔ روایت کے مطابق اخنسؓ بن شریق ثقفی پہلے ابوسفیان امویؓ کے گھر گئے اور پھر دونوں ابوجہل مخزومی کے

گھر گئے اور معاملے پر بحث کی۔ ابو جہل مخزومی نے فیصلہ کر دیا کہ خواہ کچھ ہو، وہ رسولِ اکرم ﷺ اور اسلام کو کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ اس کا مطلب بنو عبد مناف کے آگے سر جھکانا ہوگا۔ (۱۱۱)

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت اخنسؓ بن شریق ثقفی اس واقعے کے بعد اسلام کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگے۔ اصابہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کے قبولِ اسلام، ارتداد اور حسنِ اسلام کی روایات پر بحث کر کے ان کو مسلم وصحابی ثابت کیا ہے۔ انہوں نے بہ ہر حال اسلام مکی دور میں قبول نہیں کیا تھا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر ان کا اسلام اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رویہ بھی اس کا ثبوت ہے۔ وہ بہ ہر حال اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ وہ ابوسفیانؓ بن حرب اموی اور بعض دوسرے اکابرِ قریش، جیسے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کی طرح مسلمانوں سے جنگ کے حامی نہ تھے۔ ان کے حلیف خاندان بنو زہرہ کے علاوہ بنو عدی اور ہاشمی خاندان میں طالب بن ابی طالب کا بھی یہی رویہ تھا کہ وہ کاروانِ قریش کی بہ حفاظت واپسی سن کر مکے واپس چلے گئے تھے اور غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی تھی۔ ان کو بھی مولفۃ القلوب کے ساتھ سادات کا عطیہ ملا تھا، جو سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ وہ مکہ مکرمہ ہی میں ہمیشہ مقیم رہے اور خلافت فاروقی کے اوائل میں وفات پائی۔ (۱۱۲)

خاندانِ جاریہ ثقفی

حضرت ابو بصیر ثقفیؓ، جن کا نام ونسب تھا: عتبہ بن اسید بن جاریہ ثقفی، اخنس بن شریق ثقفی کی مانند قریش کے خاندان بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ وہ بھی مکے میں مقیم تھے۔ مکہ مکرمہ میں ان کی حیات وکارکردگی کا ذکر ہماری روایات میں بالکل نہیں آتا۔ البتہ یہ ذکر ملتا ہے کہ ان کی والدہ سالمہ بنت عبد مطلبی تھیں اور قریش کے خاندان سے تھیں اور حضرت ابو بصیر ثقفیؓ خاندان بنو زہرہ کے ایک ذیلی خاندان کے سردار ازہر بن عبد عوف کے حلیف تھے۔ وہ صلحِ حدیبیہ سے قبل اسلام لا چکے تھے اور اس کی پاداش میں مکے میں قید تھے۔ کسی طرح وہ صلحِ حدیبیہ کے بعد قید خانے سے فرار ہو کر مدینے پہنچے، لیکن قریشی سرداروں نے صلح کی ایک شق کے مطابق ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ابن اسحاق نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت ابو بصیر ثقفیؓ کی واپسی کا مطالبہ کرنے کے لیے خط لکھنے والے دو شخص تھے: ۱۔ اخنس بن شریق ثقفی جو ان کے ہم قبیلہ تھے، رشتے دار بھی، مکہ مکرمہ میں ان کے قریبی عزیز بھی تھے اور اسی کے ساتھ ساتھ وہ بنو زہرہ کے حلیف بھی تھے۔ ۲۔ ازہر بن عبد عوف زہری تھے۔ وہ مشہور صحابی اور عشرہ مبشرہ میں سے ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کے چچا اور حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر زہریؓ کے والد تھے، ان کی خاص مہارت یہ تھی کہ وہ

حرمِ مکہ کے اعلام کے ماہر تھے اور ان سے انصابِ حرم کی تجدید کی خدمت لی جاتی تھی۔ بہ ہر حال رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مطالبے کو تسلیم کیا اور ان کو دو سفیروں (رسولان) کے ساتھ واپس مکہ مکرمہ کے لیے روانہ کر دیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین سے برگشتہ کرنے، عذاب دینے اور پریشان کرنے کے عذر پر ان کو صبر و احتساب کا ہی مشورہ دیا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ایک روایت دل چسپ اور اہم نقل کی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو بصیر ثقفیؓ سے ان کی واپسی کے وقت فرمایا تھا:

انت رجل وھو رجل ومعك السیف

تم بھی مرد ہو اور وہ بھی ایک مرد ہے اور تمہارے پاس تلوار ہے۔

بہ ہر حال حضرت ابو بصیر ثقفیؓ نے اپنے دونوں ساتھی سفیروں میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرا بھاگ کر مدینہ پہنچا اور حضرت ابو بصیر ثقفیؓ نے بالآخر مدینے کے قریب ینبوع نامی مقام/ساحل پر ڈیرا ڈالا اور مکہ مکرمہ اور دوسرے مقامات کے مقید و محبوس مسلمان بھاگ بھاگ کر وہاں پہنچتے گئے اور انہوں نے ایک جمعیت بنالی، جن کی تعداد تین سو کے قریب بتائی جاتی ہے اور انہوں نے قریشی کاروانوں پر شام کا راستہ بند کر دیا اور ان کی معاشی رگ کاٹ دی۔ جس سے گھبرا کر حضرت ابو بصیر ثقفیؓ اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ بلا لینے اور معاہدۂ صلح حدیبیہ کی ظالمانہ شق کو منسوخ کرنے کی خود قریش نے پہل کی۔ حضرت ابو بصیر ثقفیؓ اور ان کے بہادر جاں نثار رفقا نے اسلامی معاشرت و ریاست کی ایک شان دار خدمت انجام دی تھی۔ حضرت ابو بصیر ثقفیؓ کو مدینہ آنے کا فرمانِ نبوی ملا تو وہ جنابِ الٰہی میں جانے کو تیار تھے، گرامی نامہ چوما اور جاں بہ حق ہو گئے۔ ابو جندلؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۱۱۳)

دوسرا خاندان بنو جاریہ ثقفی

قریشِ مکہ کے خاندان بنو زہرہ کے دوسرے حلیفوں میں ایک اور صحابی ثقفی حضرت علا بن جاریہ بن عبداللہ بن ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف بھی تھے۔ ابن سعد نے ان کے صرف نام و نسب اور حلفِ بنی زہرہ کا مختصر ذکر کیا ہے۔ ابن اثیرؒ اور ابن حجرؒ نے ان کو ساداتِ ثقیف میں شمار کیا ہے اور بنو زہرہ کے حلیف کی حیثیت سے ساکنانِ ارض حرم میں۔ ان کو مؤلفۃ القلوب میں شامل کیا ہے، جن کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ عطیے میں دیے تھے، لہٰذا ان کا اسلام فتحِ مکہ کے بعد کا ہے۔ اس عطیۂ نبوی سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ وہ خاندان بنو جاریہ ثقفی کے سرداروں میں سے تھے اور مکہ مکرمہ کے شیوخ میں بھی شامل تھے۔ (۱۱۴)

ایک اور ثقفی صحابی حضرت اسید بن جاریہؓ فتح مکہ میں اسلام لائے تھے اور بہ حیثیت مسلم غزوۂ حنین میں شریک تھے۔ وہ حضرت علا بن جاریہ ثقفیؓ کے بھائی تھے اور ان کے ساتھ بنو زہرہ کے حلیف اور مکے میں قریش کے ساتھ سکونت رکھتے تھے۔ (۱۱۵)

مذکورہ بالا کے علاوہ اور بھی بہت سے ثقفی افراد تھے، جو مکہ مکرمہ میں سکونت رکھتے تھے اور قریش کے کسی نہ کسی خاندان کے حلیف تھے۔ ان میں بنو جاریہ ثقفی کے خاندان کے اور کئی افراد کا ذکر بھی آتا ہے، لیکن ان کا ذکر آگے کسی اور سیاق میں کیا گیا ہے۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ کا خاندان

بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ مکہ مکرمہ میں قریش کے درمیان بس گئے تھے۔ اہل عکاظ سے ان کا اختلاف ہوا تو وہ بہ قول خود قریش کے پاس اپنے اہل وعیال اور فرماں برداروں کے ساتھ چلے آئے تھے اور قریش میں ان کا مقام والد کے مرتبے اور قریش کا فرزندوں کی مانند تھا جس کا اعتراف انہوں نے قریش مکہ اور ان کے سرداروں سے صلح حدیبیہ کے موقع پر کرایا تھا اور اسی مقامِ عظمت وجلالت اور مرتبۂ سیادت کی بنا پر وہ سفیرِ قریش بنے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ سے گفت گو کے دوران ان کے اس تبصرے پر کہ آپ ﷺ کے ساتھی آپ کو چھوڑ بھاگیں گے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان سے ایک سخت بات کہہ دی تھی، جس کو انہوں نے صرف اس لیے برداشت کرلیا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ان پر ایک احسان تھا۔ حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ کی والدہ سبیعہ بنت عبد شمس تھیں، جن کے بلند ترین رشتے کی وجہ سے وہ بہ منزلۂ والد اور قریش بہ مرتبۂ فرزند تھے۔ وہ غالبًا قریشِ مکہ کے درمیان بعثتِ نبوی سے قبل آ بسے تھے، اس لیے کہ اہل عکاظ سے اختلاف والا واقعہ ایام جاہلی کا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا احسان یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عروہ ثقفیؓ کی دیت ادا کرنے کی کوشش میں بہ قولِ واقدی دس اونٹ سے مدد کی تھی۔ ان تمام حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفیؓ قریش میں محترم ومکرم شیخ کا درجہ رکھتے تھے اور ان کے اکابر وشیوخ سے ایسے قریبی اور وسیع تعلقات تھے کہ ایک انتہائی قومی معاملے میں ان کو قریش کا سفیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ قریش کے اکابر کے پاس واپس آکر انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی تعظیمِ صحابہ کا سماں کھینچتے ہوئے کہا تھا کہ میں بادشاہوں کے پاس جاتا رہا ہوں۔ قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں جا چکا ہوں، لیکن ایسا منظر کہیں نہیں دیکھا جیسا دربارِ نبوی میں صحابۂ کرام کی تعظیم واکرام کا دیکھا ہے۔ اسی لیے انہوں نے حضرات وساداتِ قریش کو مشورہ دیا تھا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا پیش کردہ ''خطہ'' رشد وہدایت قبول کرلیا

جائے۔ حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے طائف میں بھی اپنی سکونت جاری رکھی تھی اور غالباً وہاں آتے جاتے رہتے تھے، کیوں کہ ان کی جائداد اور مکان کا ذکر ان کی شہادت کے ضمن میں ملتا ہے۔ (۱۱۶)

بعد میں حضرت عروہ بن مسعود ثقفی نے اسلام قبول کر لیا، مگر ثقیف کے اسلام قبول کرنے سے چند ماہ قبل ان کو اسلام کی دعوت دینے طائف گئے، حال آں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے منع کیا تھا کہ ان کے قتل کیے جانے کا خطرہ شدید تھا، مگر انہوں نے اسلام کی خاطر مشورہ نہ مانا اور حضرت ابوملیح ثقفیؓ کے ساتھ ان کو اسلام کی دعوت دی اور ایک ثقفی کے ہاتھ شہید ہوئے۔ ان کے فرزند حضرت ابو ملیحؓ بن عروہ بن مسعود ثقفی اور ان کے بھتیجے حضرت قاربؓ بن اسود ثقفی، جو اہل طائف میں تھے، وطن چھوڑ کر مدینے آئے اور اسلام لائے۔ بعد میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے پر مکہ مکرمہ میں حضرت ابوسفیان بن حرب اموی کے حلیف بن کر مکہ مکرمہ میں بس گئے تھے۔ (۱۱۷)

ان کی اولاد کا ذکر بہت کم آتا ہے، البتہ کتبِ صحابہ میں ان کی ایک دختر حلیمہ بنت عروہ بن مسعود ثقفیؓ کا صرف نام مذکور ہے اور تفصیل غائب۔ (۱۱۸)

دوسرے ثقفی خاندانِ مکہ

مقیمِ مکہ ثقفی خاندانوں میں بنو جاریہ کے دو شیوخ کا ذکر اوپر آچکا ہے: علا بن جاریہ اور اسید بن جاریہ۔ ان کے ایک بھائی حضرت حی بن جاریہ ثقفی، جو یمامہ میں شہید ہوئے، بنو زہرہ کے حلیف اور مکہ مکرمہ کے باسی تھے۔ (۱۱۹) اسی طرح مشہور صحابی حضرت ابوبصیر عتبہ بن اسید ثقفیؓ بھی مکہ میں سکونت رکھتے تھے۔ ان تینوں کا بنو زہرہ سے حِلف کا تعلق تھا۔ ان تینوں کے خاندان تھے، جو مکہ مکرمہ میں سکونت رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں ہماری معلومات کافی ناقص ہیں کہ روایات میں سکوت ملتا ہے۔ ان کے انفرادی خاکوں میں، جو اصابہ اور اسد الغابہ میں ہیں، ان سب فرزندانِ جاریہ ثقفی کو بنو زہرہ کا حلیف بتایا گیا ہے۔ (۱۲۰) البتہ حضرت ابوبصیر ثقفیؓ کے ایک برادر حضرت حبیب بن اسید ثقفی بھی بنو زہرہ کے حلیف اور ساکن مکہ مکرمہ تھے۔ اس کا ذکر ان کے ترجمے میں آتا ہے۔ (۱۲۱)

حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفیؓ غالباً مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئے تھے، کیوں کہ وہ صلحِ حدیبیہ سے قبل اسلام لا چکے تھے اور اس میں بہ طور صحابی شریک تھے۔ انہوں نے بیعتِ رضوان میں بھی حصہ لیا تھا اور اس کے بعد غزوات/ مشاہدِ نبوی جیسے خیبر، فتح مکہ، حنین، ہوازن اور محاصرۂ طائف میں بھی شرکت کی تھی۔ ان کی والدہ کا نام سیابہ تھا، جن کی نسبت سے وہ جانے جاتے تھے۔ طائف کے محاصرے کے دوران انہوں نے ابو

المرازم نامی مال کے انگوروں کے باغات نبوی حکم پر کاٹے تھے۔ ان کے ایک فرزند عبداللہ بھی تھے اور وہ راویٔ حدیث تھے، لیکن ان کا ذکر صحابہ میں نہیں ملتا۔ بہر حال حضرت یعلیٰ بن مرہ ثقفی خود افاضل صحابہ میں شامل تھے۔ ان کی کنیت ابوالمرازم تھی اور وہ اپنی ماں سیابۃ کے نام سے ابن سیابہ بھی کہے جاتے تھے۔ (۱۲۲)

حضرت رویشد ثقفیؓ بنو عدی بن نوفل بن عبد مناف/قریش کے داماد/صہر تھے۔ مکہ مکرمہ سے مدینے چلے گئے تھے اور وہاں شراب کی دکان لگائی تھی، جسے بعد میں جلا دیا گیا۔ (۱۲۳)

حضرت زید بن اسید ثقفیؓ بھی بنو زہرہ کے حلیف اور مکے کے باسی تھے۔ وہ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (۱۲۴)

حضرت حسیب بن اسید ثقفیؓ حضرت ابو بصیر ثقفیؓ کے بھائی تھے اور مکے کے بنو زہرہ کے حلیف، جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ (۱۲۵)

عدی بن جبر ثقفی اور عدی بن حمرا ثقفی دونوں مکہ مکرمہ کے باسی تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت ایذا دینے والوں میں شامل۔ ابن اسحاق کی روایتِ یونس بن بکیر میں ان دونوں کا ذکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمنوں، مثلاً ابو جہل بن ہشام مخزومی، ابولہب ہاشمی، عبید بن عبد یغوث، عمرو بن طلاطلہ، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، امیہ بن خلف اور اس کے بھائی ابی بن خلف جمحی وغیرہ، متعدد اکابر قریش کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس روایت میں ان کے حلیفِ قریش ہونے کی صراحت کی گئی ہے اور نہ ان کے خاندانِ حلف کا ذکر ہے۔ (۱۲۶)

حضرت عبداللہ بن بلال ثقفیؓ کو امام بخاری اور امام ابن حبانؒ نے اہلِ مکہ میں شمار کیا ہے اور صحابہ میں بھی۔ وہ غالباً قدیم باشندے تھے اور کسی قریشی خاندان کے حلیف۔ فقرائے مہاجرین پر صدقہ کرنے کی فضیلت میں ایک حدیث کے راوی ہیں، جیسا کہ اصابہ میں ہے۔ (۱۲۷)

حضرت عمرو بن شبلی ثقفیؓ کے بارے میں ابن حجر عسقلانیؒ اور دوسرے اکابر سوانح نگاروں کا بیان ہے کہ وہ بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مکے میں قریش کے درمیان رہتے تھے اور وہاں سے کسی وقت ہجرت کر کے مدینے پہنچے تھے، یا اسی خاص موقع پر اسلام لائے تھے۔ اس کا ایک دوسرا شاہد یہ ہے کہ ان کی شادی مطعم بن عدی/نوفل کے سردار کی دختر حبیبہ سے ہوئی تھی اور وہ شیخِ قریش رسولِ اکرم ﷺ کے چچا تھے اور آخری تین برسوں کے مکی قیام نبوی کے دوران آپ کے مربی اور سرپرست رہے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت عمرو بن شبلی ثقفیؓ نے ایک اور قریشی خاندان کے شیخ عقیل بن خویلد اسدی کی دختر سے شادی کی تھی، جو ام المومنین حضرت خدیجہؓ کی عزیزہ تھیں۔ (۱۲۸)

حضرت ہُبیرہ بن سُبل ثقفیؓ بھی مکہ مکرمہ میں رہتے تھے۔ حدیبیہ کے موقع پر اسلام لائے اور فتحِ مکہ کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی طرف کوچ کرتے وقت ان کو گورنرِ مکہ مقرر کیا تھا اور بعد غزوۂ حنین حضرت عتاب بن اسید اموی کو گورنرِ مکہ مقرر کیا تھا۔ (۱۲۹)

حضرت یعلیٰ بن حارثہ ثقفیؓ بنوزہرہ کے حلیف تھے۔ ابن اسحاق نے ان کا نام حیی بن حارثہ بیان کیا ہے۔ وہ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (۱۳۰)

حضرت ابوحذیفہ ثقفیؓ عتاب بن مالک ثقفی کی اولاد میں تھے، وہ بیعت رضوان میں شریک تھے اور مکہ مکرمہ کے باسی رہے تھے۔ (۱۳۱)

مکہ میں دیگر خاندانِ ہوازن

مکہ مکرمہ کے قریش اور ان اکابر نے مختلف عرب خاندانوں یا ان کے افراد وطبقات کو مکے میں اپنا حلیف بنا کر بسایا تھا۔ خاص ثقیف کے علاوہ ان کے بزرگ تر قبیلۂ ہوازن کے بعض اور افراد وطبقات اکابر قریش کے حلیف بھی تھے اور ازدواجی رشتے دار بھی۔ اگرچہ ان کا ذکر کم ملتا ہے، مگر دو ایک مثالوں اور روایتوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بزرگ تر خاندان ہوازن کے دوسرے بطون کے لوگ بھی مکہ مکرمہ میں آباد اور قریش مکہ کے حلیف تھے۔ تاریخی اور واقعاتی لحاظ سے یہ کوئی ایسی ناقابل یقین بات بھی نہیں تھی۔

بنوسعد بن بکر بن ہوازن

اس خاندانِ سعدی کے ایک اہم فرد ابومسروح حارث بن یعمر بن حباب بن عمیر تھے۔ وہ حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمیؓ، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمِ محترم، کے حلیف تھے اور غالباً مکے میں ہی سکونت رکھتے تھے۔ وہ حضرت عباسؓ کے بہنوئی بھی تھے کہ ان کے برادر مقوم بن عبدالمطلب ہاشمی کی دختر اروی ان کے نکاح میں تھیں اور ان سے ایک فرزند حضرت عبداللہؓ بن ابی مسروح تھے، جیسا کہ ازدواجی تعلقات میں ذکر آچکا ہے۔ یہ نکاح بھی غالباً ان کے حلف کے تعلق کی بنا پر ہوا تھا۔ (۱۳۲)

مختصر تنقیدی تجزیہ

ثقیف اور اس کے بزرگ تر خاندان/ قبیلۂ ہوازن کے مختلف گھرانے مکہ مکرمہ میں قریش کے درمیان آکر آباد ہوگئے تھے۔ ان میں بنوعلاج ثقفی کا خاندان بہت نمایاں تھا اور دوسرے خاندان بھی تھے۔ ان خاندانوں کے چند افراد وسادات کا ذکر ماخذ میں ملتا ہے، لیکن یہ واضح ہے کہ وہ گنتی کے لوگ نہ تھے۔ ان

کی ایک خاصی بڑی تعداد مکہ مکرمہ میں آباد تھی کہ ایک ایک خاندان دس بیس افراد پر مشتمل ہوتا تھا۔ ان کی عددی طاقت بھی ان کے اقتدار و اختیار کی ایک بڑی وجہ تھی کہ جاہلی عرب میں عددی قوت کو اشارۂ قوت و اقتدار مانا گیا ہے اور وہ مسلمہ حقیقت بھی تھی۔ بعض ساداتِ ثقیف جیسے عروہ بن مسعود ثقفی، اخنس بن شریق ثقفی، علا بن جاریہ ثقفی وغیرہ قریش کے سرداروں میں شامل تھے اور ان میں کافی اثر و رسوخ کے مالک تھے، حتیٰ کہ وہ مکہ مکرمہ و قریش کے قومی معاملات میں بسا اوقات فیصلہ کن اور موثر کردار ادا کرتے تھے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی مکی زندگی میں اخنس بن شریق نے اکابر قریش ابوسفیان و ابوجہل کے ساتھ رسالت محمدی کے باب میں کیا تھا۔ حضرت اخنس بن شریق ثقفیؓ کا قریش کے قومی کارواں کی حفاظت کی خاطر قریشی فوج میں جانا اور اپنی قومی تجارت کو تحفظ دینا بہت اہم واقعہ تھا، لیکن اس سے زیادہ اہم یہ جرأت مندانہ اقدام تھا کہ قریشی کاروانِ تجارت کی بہ حفاظت واپسی پر انہوں نے نہ صرف غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی، بل کہ اپنے ثقفی عزیزوں اور زہری حلیفوں کو بھی نہ کرنے دی۔ روایات کے مطابق انہوں نے سارا ذمہ اپنے کاندھوں پر لے لیا تھا اور مطعون بھی ہوئے تھے۔ انہوں نے ابوجہل مخزومی اور دوسرے جنگ کے حامی قریشی اکابر کے فیصلے کے خلاف عمل کیا تھا، جب کہ عتبہ و شیبہ جیسے اکابرِ قریش سرنگوں ہو گئے تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد ان کے دو کارنامے مزید ان کے اقتدار و اثر و رسوخ کے مظاہر ہیں اور اسی کے ساتھ ان کی ہمت و حکمت و مردانگی کے بھی۔ ایک تو ابوسفیان اموی نے جب ان کے غزوۂ بدر میں شرکت کیے بغیر واپس آنے پر اعتراض کیا اور اکابرِ قریش کا ساتھ نہ دینے پر سرزنش کی تو انہوں نے کہا تھا کہ میں نے قریش کے قائد اور سالار کا حکم مانا تھا، جو یہی تھا کہ کاروان تجارت محفوظ ہو گیا، لہٰذا جنگ کی ضرورت نہیں اور واپس مکہ جاؤ۔ ابو سفیان اموی اور دوسرے اکابرِ قریش اس دلیل سے لاچار ہو گئے تھے اور ان کی واپسی اور بنو زہرہ کی واپسی کو صحیح اقدام تسلیم کر لیا تھا۔ دوسرے اس مراجعتِ بلا جنگ کی پاداش میں اکابرِ قریش اور ابوسفیان اموی سالارِ قریش نے بنو زہرہ کا مال و نفعِ تجارت روک لیا تھا۔ حضرت اخنس بن شریق ثقفیؓ نے جب اس کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اکابر سے اختلاف پیدا ہو گیا۔ بحث و مباحثے کے بعد بہ ہر حال قریش نے بنو زہرہ کے ایک تاجر مخرمہ بن نوفل کا مالِ تجارت واپس کرنے کا فیصلہ کیا تو حضرت مخرمہ زہریؓ اس پر اڑ گئے اور حضرت اخنسؓ بھی کہ جب تک پورے خاندانِ بنی زہرہ کا تمام مال واپس نہیں کیا جاتا، وہ اپنا مال نہیں لیں گے۔ حضرت اخنسؓ کے دلائل نے بہ ہر حال اکابرِ قریش کو جھکنے پر مجبور کر دیا۔

قریشِ مکہ کے قومی معاملات میں نہ صرف ثقفی حلفائے قریش، بل کہ ثقیفِ طائف بھی قریش مکہ کا پورا پورا ساتھ دیتے تھے۔ قریشی فوج میں ثقیف مکہ کے افراد اور دستوں کی شرکت بدر، احد اور خندق میں

تھی اور ان کے کئی افراد قومی وحدت کی خاطر جنگ میں کام آئے۔ ابوبصیر ثقفی کے معاملے میں ثقفی سردار اخنس بن شریق نے اپنے زہری حلیف کے ساتھ ان کی مکے واپسی پر اصرار کرنے کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا تھا۔ اس معاملے میں ایک دل چسپ اختلاف، تنازعہ اور سیاسی وسماجی چپقلش کا بھی ملتا ہے۔ حضرت ابوبصیر ثقفیؓ نے جس عامری شخص کو قتل کیا تھا، اس کی دیت ادا کرنے کے لیے اکابر قریش نے حضرت اخنس ثقفیؓ پر زور ڈالا، لیکن انہوں نے دیت ادا کرنے سے انکار کر دیا کہ ابوبصیر ثقفیؓ صرف ان کے یا بنو زہرہ کے حلیف نہ تھے، بل کہ قریش کے پورے قبیلے کے حلیف تھے، لہٰذا قریش کو ان کی دیت ادا کرنی چاہیے۔ قریشی اکابر اس کے لیے تیار نہ تھے۔

اسلام اور رسولِ اکرم ﷺ کے بارے میں ثقفی افراد وطبقات بالخصوص ان کے اکابر اخنسؓ بن شریق اور عروہ بن مسعودؓ کا رویہ اعتدال اور صلح کل پر مبنی تھا۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی نبوت ورسالت کے قائل رہے ہوں یا نہ رہے ہوں، مگر عناد ومخالفت کے حق میں نہ تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ کی نماز میں قرأتِ قرآن سننے کے واقعے کے علاوہ حضرت اخنس بن شریق ثقفیؓ کا غزوۂ بدر سے قبل بنو زہرہ اور ثقفی حلیفوں کی واپسی کا مشورہ اور دلیل ان کے رویے کی غماز ہے۔ ان کی دلیل تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ بنو زہرہ اور ان کے رشتے سے ان کے اپنے بھانجے تھے، لہٰذا ان کے خلاف محاذ آرائی قومی عرب دستور کے بھی خلاف ہے اور مروت کے بھی۔ پھر اگر ان کو قریش قتل کرنا ہی چاہتے ہیں تو ان کے خون کا الزام بنو زہرہ اور ان کے ثقفی حلیف کیوں لیں؟ ان کی اس تقریر اور استدلال کی قوت ہی نے بنو زہرہ کو اپنے قبیلے کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کر دیا تھا۔

مکہ مکرمہ میں آباد ثقفی افراد وطبقات دھیرے دھیرے اسلام سے متاثر ہو گئے تھے اور وہ دینِ حق قبول کرتے گئے۔ ان کے قبولِ اسلام کی تاریخ مکی عہدِ نبوی سے مدنی دورِ نبوی کے وسط تک ملتی ہے، جب متعدد ثقفی افراد نے اسلام مکے ہی میں قبول کر لیا تھا یا ہجرت کے بعد مدینے جا کر قبول کیا تھا۔ ان میں سے متعدد کا اسلام صلح حدیبیہ سے قبل کا ہے۔ طائف کے ثقیف کے بعض افراد بھی اسی دوران مسلم بنے تھے۔

ان مسلم ثقفی افراد وطبقاتِ مکہ وطائف نے اسلامی افواج کے ساتھ نہ صرف فتح مکہ میں حصہ لیا تھا، بل کہ اپنے قومی قبیلۂ ہوازن اور خاص خاندانِ ثقیف کے خلاف غزواتِ حنین وطائف میں حصہ لیا تھا اور اپنے خاندان والوں کے خلاف لڑے تھے۔ ان میں بعض کے کارنامے بہت شان دار تھے۔ حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ کا غزوۂ طائف کے بعد تبلیغِ دین کا جہاد سنہری حروف سے لکھنے کے لائق ہے۔

ثقفی حلفائے قریش مکہ مکرمہ میں مستقل سکونت رکھنے کے باوجود طائف و دیارِ ثقیف کے رشتے

داروں سے تعلقات رکھتے تھے اور مستقل آتے جاتے رہتے تھے۔ حضرت اخنسؓ بن شریق ثقفی اور دوسرے ثقفی باشندگانِ مکہ کے بارے میں معلومات کی کافی کمی ہے، لیکن حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی اور ان کے خاندان کے بارے میں وضاحت سے ذکر آتا ہے کہ ان کا خاندان، ان کے فرزند حضرت ابوملیحؓ اور بھتیجے حضرت قاربؓ وغیرہ طائف میں ہی بستے تھے۔ عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے غزوۂ طائف میں اس لیے حصہ نہیں لیا تھا کہ وہ دبابات ومنجنیق کی تربیت حاصل کرنے کی خاطر یمن گئے ہوئے تھے، مگر جب وہ دعوتِ اسلام اور تبلیغِ دین کے لیے طائف گئے تو اپنے گھر میں اپنے خاندان والوں کے ساتھ ٹھہرے تھے اور اس کارِ جہاد میں شہادت پائی تو اپنے ''مال'' کے ایک حصے میں مدفون ہوئے، جہاں دوسرے شہدا اسلام بھی مدفون تھے، جیسی کہ ان کی وصیت تھی۔ ان کی شہادت کے واقعے کے بعد ان کے فرزند اور بھتیجے نے طائف چھوڑ دیا اور مدینے پہنچ کر اسلام قبول کیا اور پھر مکے میں جا کر بس گئے تھے۔ یہ واقعہ بھی بہت اہم ہے کہ وہ دونوں اپنے ماموں حضرت ابوسفیان بن حرب امویؓ کے حلیف بن گئے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ کے مشورے پر ان کے حلیف بنے تھے۔

اگر چہ اس واقعے کا بہ راہِ راست تعلق طائف کے ثقفی سرداروں کے عمل سے ہے، تاہم حضرت عروہؓ بن مسعود ثقفی سے تعلق کی بنا پر اس کا مختصر ذکر یہاں کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عروہ کی شہادت ثقیفِ طائف یا اس کے سادات کا انتقامی نتیجہ نہ تھی۔ وہ صرف ایک شخص یا ایک طبقے کی اسلام دشمنی کا واقعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عروہ ثقفیؓ کی شہادت کا انتقام لینے کے لیے اسی ثقیفِ طائف کے تمام بڑے سردار اٹھ کھڑے ہوئے تھے، حال آں کہ وہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ ان کے خاندانی اور قبائلی اتحاد وروایت نے ان کو اپنے ایک شخص وسردار کے قتل وخون کا بدلہ لینے پر آمادہ کیا تھا۔ ان غیر مسلم ثقفی اکابر کا یہ رویہ قومی وحدت کا مظہر تھا۔

ثقیف وہوازن کے درمیان قریشی شخصیات

سماجی ارتباط اور معاشرتی تعلق کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ متعدد اکابر وشیوخ کے علاوہ دوسرے قریشی افراد ثقیف وہوازن کے درمیان ان کے شہروں، طائف وغیرہ، اور قریوں اور بدوی علاقوں میں مختلف وجوہ سے جا بسے تھے یا رہتے تھے۔ طائف اور دیارِ ثقیف وہوازن میں قریشی لوگوں کی سکونت واقامت اور آبادکاری کی نوعیتیں مختلف اور رنگا رنگ نظر آتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم مستقل سکونت وآبادکاری کی جہت شاید اس لحاظ سے اہم ترین تھی کہ مکہ مکرمہ جیسے وطن مالوف کو چھوڑنا مشکل تھا۔ شاید وہ کوئی ایسی ہی

ناگزیر وجہ ہوتی تھی، جو قریشی مرد وزن کو اپنی قومی اور وطنی جڑوں سے کاٹ کر دیارِ غیر میں بسنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ (طائف اور مکہ دونوں مقامات پر ''غیروں'' کی آبادکاری اور سکونت کی وجوہ میں اہم ترین تھیں:

۱۔ اپنے قبیلے اور علاقے کے لوگوں کے خلاف جنایت (جرم) کر کے دوسرے علاقے میں پناہ لینا

۲۔ وطن کے احوال وواقعات سے شکستہ خاطر ہونا

۳۔ عزیزوں اور رشتے داروں سے دل برداشتہ ہونا

۴۔ مذہبی اور تمدنی اختلافات

۵۔ تجارتی اسباب وغیرہ

ان پر بحث آخری تجزیے میں آتی ہے۔ مستقل سکونت کے علاوہ عارضی اقامت بھی ایک دل چسپ صورت تھی اور وطن سے وابستگی بھی۔

عارضی اقامت کی ایک صورت وجہت مہر ومحبت کے دل آویز سوتوں کی بدن پرور اور روح آشنا کاریز تھی۔ رضاعت عرب دستورِ معاشرت کا ایک محبت آگیں اور مہر افروز نشان تھا اور ثقفی اور ہوازنی خواتین ان کے عظیم الشان علائم تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ رضاعت اور پرورش وپرداخت کے لیے قریش کے اکابر وشیوخ ثقیف اور ان کے رشتے داروں کی طرف دیکھتے تھے اور خود قریشِ مکہ اور ساکنانِ حرم کی طرف ان پرورش گاہوں کے باسی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے، حال آں کہ خود قریش میں رضاعت اور رضاعی امہات کا کمی نہ تھی اور حضرت ثُوَیبَہ (ثُ وَ یے بَ) اسلمیہ جیسی عظیم الشان رضاعی ماں ثقیف کو بھی نصیب نہ تھی۔ غالباً اس کا ایک عام اور مشہور سبب یہ تھا کہ بدوی فضا اور ماحول رضاعت وپرورش کے لیے زیادہ سازگار وموزوں تھا اور مکہ مکرمہ کی شہریت میں بدویت کا وہ عنصر، جو جسم وجاں کو اولین جاں بخش زندگی عطا کرتا تھا، کم سے کم تر ہوتا جا رہا تھا۔ (۱۴۳)

معاشرت ومعیشت کی یک جائی اور ان کے دوہرے تقاضوں نے ثقیف وہوازن کے دیارِ بہار آگیں میں قریشی شیوخ کی آبادکاری کی ایک اور عارضی یا وقفوں کے ساتھ مسلسل ریت قائم کی تھی اور وہ تھی ان بدوی علاقوں کی زرخیزی۔ خوں ریزی کے ساتھ زرخیزی نے اکابر اور ثروت مند شیوخِ قریش کو طائف اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں میں اموال/ جائداد، باغات اور کھیتوں کا ایک مسلسل ومستقل دولت ریز سلسلہ قائم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان کے اموال کے علاوہ دیارِ ہوازن کی طرب ناک فضا اور خنک آب وہوا نے دولت مندانِ قریش کے لیے ایک قریب ترین اور بہترین خنک وعمدہ قیام گاہ فراہم کر دی تھی۔ (۱۴۴)

دیارِ ہوازن میں مستقل قریشی سکونت

اس معاشرتی جہت کی دو دل چسپ، محبت آمیز اور فطرت آگیں صورتیں ملتی ہیں:

اول خواتین اور عورتوں کی مستقل سکونت کی صورت اور وہ ان کے نصف بہتر ہونے کی بنا پر معاشرتی جبر نے پیدا کی تھی۔ بہت سی قریشی لڑکیوں، بالیوں اور پکی عمر کی عورتوں کی شادی ثقفی یا ہوازنی مردوں، جوانوں اور شیوخ واکابر سے ہوئی تھی۔ سماجی رسم اور ریت کے مطابق وہ اپنے وطن مالوف کو چھوڑنے اور اپنے شوہروں کے گھروں پر رہنے کے لیے مجبور ہوگئی تھیں۔ اس سکونت کی بنا پر ثقیف وہوازن کے صحراؤں اور بادیوں میں محبت کے پھول کھلے تھے اور انہوں نے دونوں مقامات کو باندھ دیا تھا۔ (۱۳۵)

دوسری صورتِ سکونت یہ تھی کہ قریشی خاندانوں اور بطون کے بہت سے افراد اور شاید طبقات وہاں آباد ہوگئے تھے۔ ان کی مستقل آبادکاری کی وجوہ میں ثقفی خاندانوں اور ان کے افراد وطبقات سے قریشیوں کے حلف وولا کے رشتے کی کاری گری بھی تھی۔ جس طرح مختلف ثقفی افراد وطبقات قریشی خاندانوں اور ان کے اکابر سے سماجی تعلقات ولا اور حلف کے طریقوں سے قائم کرتے تھے، اسی طرح قریشی افراد وطبقات بھی طائف اور اس کے قریوں کے لوگوں کے حلیف یا موالی بن کر ان کے درمیان زندگی بسر کرنے لگتے تھے۔ ان تعلقات باہمی میں سیاسی، سماجی، تمدنی اور اقتصادی وجوہ کی کارفرمائی ہوتی تھی، جو دونوں تارکینِ وطن کے درمیان مشترک تھی۔ ہمدانی (م ۳۳۴ھ/ ۹۴۶ء) نے طائف کی مختلف وادیوں کی آبادکاری کے بارے میں لکھا ہے کہ معدن البرام نامی وادی میں قریش وثقیف رہتے تھے اور اس کے قریب کی وادی میں بنوامیہ آباد تھے۔ (۱۳۶)

مستقل سکونت وآبادکاری کے سماجی اثرات اور ان سے زیادہ تہذیبی وتمدنی نتائج بڑے دوررس اور مفید تھے۔ سب سے زیادہ ان دونوں مقامات اور ان کے لوگوں کے درمیان قبائلی عصبیت نسبتاً کم سے کم تر ہوتی گئی تھی، اگرچہ معدوم نہ ہوئی تھی۔ ان میں سماجی ربط وضبط اور معاشرتی لین دین بڑھا تھا اور اس باہمی عطیے نے ان کو ایک دوسرے کا حریف ومقابل بن جانے کی بہ جائے ان کے درمیان بھائی چارہ، اخوت، محبت اور لطافت ومہر کا بیج بویا تھا اور اس کا ثمرہ یہ تھا کہ وہ ایک دوسرے کو ہم پلہ سمجھنے لگے تھے۔ مسافت کی کمی اور علاقوں کی قربت نے ان دونوں قبیلوں اور شہروں کے درمیان آمد ورفت بڑھا دی تھی اور اس نے مزید محبت پیدا کی تھی۔ (۱۳۷)

ثقیف وہوازن کی قریشی بہوئیں

قریشی خواتین کی ثقفی اکابر وشیوخ سے شادی کے بعد ان کی دیار ہوازن وشہر طائف میں مستقل سکونت فطری تھی۔ ان کا مفصل ذکر شادی بیاہ کے تعلق سے ایک الگ باب میں آیا ہے، جو قریشی خاندانوں کے حوالے سے پیچیدہ ودریچ بھی کیا گیا ہے۔ ان شادی شدہ خواتین قریش کی مستقل اقامت کا سلسلہ قریشی اکابر کی معلوم ومستند تاریخ سے ہی ہوجاتا ہے، بالخصوص خاندان عبد شمس بن عبد مناف کے زمانے سے۔ زمانی اور تاریخی توقیت کے لحاظ سے دو یا پانچ یں صدی عیسوی سے پوری طرح ثابت ہے۔ اس کا امکان بہرحال ہے کہ اس سے قبل والی صدیوں میں بھی قریشی لڑکیوں کی شادیاں ثقیف وہوازن میں کی گئی تھیں، لیکن ان کا ذکر نہیں ملتا۔ ہمارے موضوع کے لحاظ سے اس کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہے، کیوں کہ عہد نبوی سے قبل کے جاہلی زمانے میں دونوں کے درمیان ازدواجی تعلقات کافی استوار وقائم ہوچکے تھے۔ ان میں رسول اکرم ﷺ کے قبیلے ہی کے نہیں، خاص ترین خاندانوں کے رشتے دار شامل وشریک تھے۔

قریشی بطون میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خاندان بنو ہاشم کے مرد وزن دونوں کے ازدواجی رشتے ہوازن وثقیف سے تھے۔ جد امجد ہاشم بن عبد مناف کی ایک دختر کی ماں، یعنی ہاشم کی زوجہ ثقفی تھیں۔ جب کہ ایک چچا مقوم بن عبد المطلب ہاشمی کی دختر ایک سعدی شخص سے منسوب تھیں۔ بزرگ تر خاندان بنو عبد مناف کے سب سے بڑے اور طاقت ور خاندان بنو عبد شمس اور بنو امیہ کی متعدد لڑکیاں ثقفی اکابر سے منسوب ہوکر طائف اور دیار ثقیف میں آباد تھیں۔ ایک سرسری جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم دس اموی عبشمی لڑکیاں طائف میں ازدواجی سکونت رکھتی تھیں۔ ان کے علاوہ بنو نوفل، بنو مطلب، بنو جمح، بنو مرہ اور بنو مخزوم وغیرہ دوسرے قریشی خاندانوں کی لڑکیاں بھی طائف میں آباد تھیں۔ ثقفی شوہروں کی قریشی بیویوں سے اولاد کی تعداد ان سے بھی زیادہ تھی۔ ان کی ثقفی وقریشی نسبت دوہری تھی اور اہمیت وتاثیر بھی دوہری تھی۔ ان قریشی دختروں اور ان کی ثقفی اولادوں نے دونوں قبیلوں کے درمیان اور دونوں بڑی قریوں کے بیچ جو سماجی یگانگت اور تہذیبی مشابہت پیدا کی تھی، اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ طائف وثقیف کے درمیان اتنی قریشی آبادکاری ہی اپنی جگہ بہت اہم تھی۔

دیار ثقیف میں مستقل قریشی سکونت کا ایک واقعہ بہت دلچسپ اور اہم ہے، جو متعدد سیرت نگاروں نے بیان کیا ہے۔ بزرگ تر خاندان بنو عبد مناف کے ایک ذیلی اموی خاندان بنو ابو العاص کے ایک عظیم ترین شیخ وتاجر اور دولت مند بزرگ ابو احیحہ سعید بن العاص اموی تھے۔ ان کے ذکر وخاکے میں

یہ روایت ضرور ان کی عظمت وجلالت دکھانے کے لیے نقل کی جاتی ہے کہ مکہ مکرمہ میں جس دن وہ کسی رنگ کا عمامہ باندھ لیتے تھے، اس دن ان کے اعزاز واکرام کی خاطر کوئی دوسرا شیخ وسردار بھی اس رنگ کا عمامہ استعمال نہ کرتا تھا۔ عمامہ باندھنا تو ایک تہذیبی امر تھا۔ وہ خاندانِ بنی امیہ ہی کے نہیں، تمام قریش کے محترم سردار تھے اور اسی کے ساتھ دیارِ ثقیف میں طائف کے قریب اپنے مال/ جائداد کے بھی مالک تھے۔ ان کے ایک فرزند حضرت خالد بن سعید بن العاص امویؓ رسالت نبوی کے بالکل آغاز میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے، جو شیخ ابواحیحہ کو سخت ناپسند تھا۔ مسلم فرزند پر سختی کی تو ان کی صلابت دیکھ کر ان کے ایک بھائی اور ابو احیحہ اموی کے دوسرے فرزند حضرت عمرؓو بن سعید بن العاص اموی بھی مسلمان ہوگئے۔ دونوں مسلم فرزندوں کو باپ نے مارا پیٹا، قید وبند سے دوچار کیا، ان کا کھانا پانی بند کیا اور ہر طرح سے ہلایا ڈلایا، مگر وہ ترکِ دینِ حق نہ کر سکے۔ فرزندوں نے موقع پا کر قید وبند سے نجات حاصل کی اور مہاجرینِ حبشہ کے ساتھ ملکِ حبشہ سدھارے اور اس نے اموی سردار کو اور دل برداشتہ کیا۔ ان کو اپنے فرزندوں کی قدیم و رواجی دینِ قریش سے بغاوت کے ساتھ ساتھ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی شرک کی مذمت بھی بارِ خاطر تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ میں ایسے شہر میں کیسے رہ سکتا ہوں، جہاں میرے معبودوں کو برا بھلا کہا جاتا ہے اور میرے آبا واجداد کی مذمت کی جاتی ہے؟ ان کو نہ صرف اس پر غصہ تھا بلکہ وہ تو مسلموں، جن کو وہ اور قریشی مخالفین صباۃ (بے دین) کہتے تھے، کے ساتھ رہنا بھی پسند نہ تھا، لہٰذا ''میں ترکِ وطن کر کے اپنے مالِ طائف میں جا کر رہتا ہوں'' اور بالآخر وہ مکہ مکرمہ چھوڑ کر طائف شہر کے قریب اپنے مال میں مستقل طور سے جا بسے اور وہیں وفات پا کر اپنے مال میں مدفون ہوئے۔ طائف میں ان کے مال، اس میں ان کی قبر، مسلم ردعمل اور اسوۂ نبوی کا ذکر آگے آتا ہے۔ (۱۳۸)

اس مستقل ترکِ وطن اور مکہ مکرمہ سے طائف کے علاقے میں آباد ہونے کا واقعہ بہت اہم ہے۔ اس کی وجوہ واقعے سے ظاہر ہیں۔ اس کی تاریخی اور توقیتی تعیین کی مختصر بحث ذیل میں کی جاتی ہے۔ ہجرتِ حبشہ مکی دور کے پانچویں اور چھٹے سال کا واقعہ ہے۔ اسی سال یا اس کے کچھ بعد ابواحیحہ سعید بن العاص اموی نے مکہ کی سکونت ترک کی تھی۔ مالِ طائف میں ان کی وفات کی تاریخ غزوۂ بدر کے بعد یا قبل سنہ ۲ ہجری/ ۶۲۴ء بتائی گئی ہے۔ اس حساب سے ابواحیحہ سعید بن العاص اموی کی دیارِ ثقیف میں مستقل سکونت کی مدت قریب قریب دس سال بنتی ہے۔ یعنی ان کی آخری عمر کے دس سال وہاں گذرے تھے۔ ظاہر ہے کہ اموی سردار وہاں اکیلے نہیں سکونت پذیر ہوئے تھے کہ ایسا ممکن ہی نہ تھا۔ بالکل یقینی ہے کہ مالِ طائف میں ان کے ساتھ ان کے کارندے، خادم، نوکر چاکر، غلام وغیرہ بھی ساتھ گئے تھے یا پہلے سے

رہتے تھے اور وہ بھی قریشی تھے۔ ان کے ایک غیر مسلم فرزند ابان بن سعید اموی، جو بہت بعد میں مسلمان ہوئے، روایات کے مطابق ان کے ساتھ طائف میں موجود رہتے تھے اور وہی ان کے وارث بھی بنے تھے۔

دیارِ ثقیف وہوازن میں رضاعت

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعتِ حضرت حلیمہ سعدؓیہ کی برکات میں سے ایک یہ حقیقت بھی ہے کہ وہ علاقہ قریشِ مکہ کا رضاعی محل تھا۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام کی روایات سے خاص کر اور دوسرے سیرت نگاروں کے بیانات سے عام طور سے اس کی تفصیلات ملتی ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ واقعہ ہے کہ ثقیف وہوازن کی مرضعات (دودھ پلائیاں) ہر سال نونہالوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ آیا کرتی تھیں۔ وہ قریش کے مختلف خاندانوں کے دودھ پیتے بچوں اور نومولودوں کو رضاعت وتربیت کے لیے ہر سال اپنے علاقے میں لے جاتی تھیں۔ حضرت حلیمہ سعدؓیہ بنت ابی ذؤیب عبداللہ بن حارث نے رسولِ اکرم ﷺ کی رضاعت کے سلسلے میں جو روایت بیان کی ہے، اس میں یہ تفصیل ہے کہ اس سال سخت قحط پڑا تھا اور اس نے ہمارے پاس کچھ نہ چھوڑا تھا۔ لہٰذا میں اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ بن رفاعہ سعدی اور اپنے ایک دودھ پیتے بچے کے ساتھ بنوسعد بن بکر کی چند عورتوں کی معیت میں مکے آئی (**فی نسوۃ من بنی سعد بن بکر**) اور مکے آکر ہم نے دودھ پیتے بچوں (الرضعاء) کو تلاش کیا۔ ہم میں سے ہر ایک عورت پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا گیا (رضاعت کے لیے)، لیکن ہر ایک نے آپ ﷺ کو اس لیے لینے سے انکار کر دیا کہ آپ ﷺ یتیم تھے اور والد کی غیر موجودگی میں ماں اور دادا سے زیادہ سلوک کی توقع نہ تھی۔ بہ ہر حال ہر ایک عورت کو میرے سوا کوئی نہ کوئی بچہ مل گیا:

فما بقیت امراۃ قدمت معی الا اخذت رضیعا غیری"۔

بہ ہر حال قافلۂ مرضعات کی واپسی کا وقت آ گیا اور مجھے کوئی نونہال نہ ملا تو میں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رضاعت کے لیے قبول کر لیا۔ اس پورے واقعے میں یہ اہم ترین نکات ملتے ہیں:

۱۔ ثقفی و ہوازنی خواتین بہترین مرضعات تھیں اور ہر سال نونہالوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ آتی ہیں۔

۲۔ رضاعتِ نبوی کے سال جو خواتینِ بنی سعد رضاعت کے مقصد سے مکے آئی تھیں، ان کی تعداد بہ قولِ ابن سعد دس تھی۔

۳۔ وہ قریشی بچوں/ بچیوں کو رضاعت کے لیے مکہ مکرمہ سے اپنے اپنے علاقے میں لے جاتی تھیں۔

۴۔ رضاعت کی جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار میں مدت دو سال کی تھی، لہٰذا یہ بچے دو سال تک اپنی مرضعات کے ساتھ رہتے تھے۔

۵۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت حلیمہ سعدیہؓ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص احوال میں ان بچوں کا قیام پانچ سال تک ہوتا تھا۔

۶۔ مدتِ رضاعت یا دیارِ ثقیف وہوازن میں قریشی نونہالوں کی مقصدی سکونت کے دوران ان کو مکہ مکرمہ ان کے والدین اور رشتے داروں کے پاس وقتاً فوقتاً لے جایا جاتا تھا اور اس کا بھی امکان ہے کہ رضعا کے والدین یا رشتے داران کی زیارت ودیکھ بھال کے لیے ثقیف وہوازن کے علاقوں میں اکثر وبیش تر جاتے تھے۔

۷۔ رضاعت کی متعینہ مدت اور مرضعات کے گھروں میں قیام کے بعد ان کو والدین کے پاس واپس پہنچا دیا جاتا تھا۔

۸۔ ان بچوں کو مکہ مکرمہ پہنچانے کے لیے ان کی مرضعات اپنے گھر والوں کے ساتھ جایا کرتی تھیں۔

۹۔ رضعا/ دودھ پینے والے بچوں کے سرپرست حسبِ حیثیت ان مرضعات کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے تھے اور ان کو مال وزر اور ہدایا وتحائف سے نوازتے تھے۔

۱۰۔ رضاعت کے حسین وجمیل تعلق کی بنا پر ثقفی وہوازنی مرضعات، ان کے گھر والے اور ان کے دوسرے رشتے دار اپنے رضاعی بچوں اور ان کے گھر والوں کے ہاں وقتاً فوقتاً حاضری دیتے تھے اور ان کے لیے تحائف وہدایا لے جاتے تھے۔

۱۱۔ معاوضے میں یا احسان کے بدلے احسان میں رضاعی بچوں کے والدین وسرپرست اور دوسرے اعزہ ثقفی رضعات کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے تھے۔

۱۲۔ بالعموم حج کے سالانہ مواقع پر ثقفی رضاعی مائیں، ان کے گھر والے اور دوسرے اعزہ اپنے قریشی رضاعی بچوں سے ضرور ملتے تھے۔

۱۳۔ رضاعت کا احسان اٹھانے والے قریشی بچے جوان ہوکر اور اس کے بعد بھی تازندگی اپنی رضاعی ماؤں اور دوسرے رشتے داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے تھے اور ان کے گھروں، یعنی ان کے علاقوں میں ہدایا وتحائف بھیجا کرتے تھے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعتِ حضرت حلیمہ سعدیہ کے سلسلے میں ان تمام واقعات کا ذکر مختلف اہل سیر نے کیا ہے۔ (۱۳۹)

بنوثقیف/ ہوازن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت اور پرورش اولین واقعہ نہیں تھا۔ اس کا اولین ذکر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند مقام کی وجہ سے پہلے کیا گیا کہ ہر چیز میں نور کا ظہور اور ہر شخص کے ساتھ سعادت کا لزوم ذاتِ محمدی ﷺ سے ہوتا ہے۔اسی سے یہ واقعہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ثقفی وہوازنی مرضعات ہر سال قریشی دودھ پیتے بچوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ آیا کرتی تھیں۔ یہ سلسلہ غالباً بہت قدیم سے جاری تھا، لیکن اس کی قطعی تعیین کرنی مشکل ہے کہ روایاتِ دیگر میں ایسی معلومات کی کمی ہے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کئی اور اکابر قریش کے بچوں نے بھی ثقیف وہوازن میں رضاعت پائی تھی۔

ان میں سے ایک اہم ترین شخصیت رسولِ اکرم ﷺ کے رضاعی بھائی اور چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلبؓ ہاشمی ہیں۔ ان کی اصل رضاعت تو مکہ مکرمہ اور قریش کی عظیم ترین مرضعہ، رضاعی ماں حضرت ثُوَیبہ اسلمیہؓ نے کی تھی، مگر بعض روایات بتاتی ہیں کہ ان کی کچھ رضاعت ثقفی/ سعدی خاندان میں بھی ہوئی ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ماں حضرت حلیمہؓ کے پاس تھے تو حضرت حمزہؓ کی ماں نے بھی ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت کی تھی:

و کانت ام حمزة قد ارضعت رسول اللهﷺ یوما وھو عندامه حلیمة.

یہ حلبی وغیرہ کا بیان ہے۔ (۱۴۰) اس عبارت سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی ماں ہالہ زہری نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا یا حلیمہ سعدیہؓ کے گھر میں رضاعت کے دوران اس خاتونِ گرامی نے بھی، جس نے اس سے قبل حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی رضاعت کی تھی، دودھ پلایا تھا۔ امام حلبیؒ نے حضرت حمزہؓ کی رضاعی ماں کا نام خولہ سعدیہ لکھا ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاندان کی خاتون تھیں۔ ابن اثیر نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ ہی کو حضرت حمزہؓ کی رضاعی ماں قرار دیا ہے۔ بہ ہر حال اختلافِ روایات کے باوجود یہ امر مسلم ہے کہ بنوسعد میں حضرت حمزہؓ کی رضاعت ہوئی تھی۔

حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیؓ بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک رضاعی بھائی تھے اور آپ ﷺ کے ہم عمر تھے۔ ان کی رضاعت کے بارے میں واقدی اور دیار بکری نے لکھا ہے کہ وہ بھی حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے کی تھی، جو چند دنوں کے لیے ہوئی تھی:

وکان ابو سفیان بن الحارث اخارسول اللهﷺ من الرضاعة، ارضعته حلیمة ایاما و کان یا لف رسول اللهﷺ و کان له تربا (۱۴۱)

ایک اور ہاشمی ایاس بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم محدثین کے مطابق بنوسعد بن بکر

میں رضاعت کے لیے بھیجے گئے تھے، لیکن دورانِ رضاعت بنو ہذیل نے اس قبیلۂ مرضعات پر حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا تھا۔ ابن ہشام وغیرہ نے ان کے رضاعی خاندان کا نام بنولیث لکھا ہے۔ واقدی نے بھی محدثین کی تصدیق کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایاس بن ربیعہ بن حارث ہاشمی ہی تھے، جو بنو سعد میں پرورش و رضاعت پا رہے تھے۔ بعض روایات میں غلطی سے ربیعہ بن حارث کے قتل و رضاعت کی بات کہی گئی ہے۔ (۱۴۲)

بنوسعد بن بکر/ ہوازن یا ان کے دوسرے ذیلی خاندان بنو ثقیف میں قریشی بچوں کی رضاعت و اقامت کی مذکورہ بالا روایات صرف چند ہیں، لیکن ان میں جو عمومی بیانات ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ثقفی رضاعت اور علاقۂ ہوازن میں قریشی بچوں کی اقامت اور ان کے سبب قریشی و ثقفی اکابر و افراد کی باہمی زیارت و آمد و رفت ایک مسلمہ واقعہ ہے، جو صرف ان ہی تک محدود نہیں تھا۔ رضاعتِ نبوی کے سال قریش کے دس بچے بہ قول ابن سعد ثقفی/ سعدی مرضعات لے کر گئی تھیں، مگر ان کے بارے میں تفصیل نہیں ملتی۔ اسی طرح معلوم و معروف قریشی رضا کے بارے میں بھی تفصیلات موجود نہیں، لیکن ان سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قریشِ مکہ کے بچے بالعموم رضاعت کے لیے بنو ثقیف/ ہوازن کے علاقوں یا بادیوں میں جایا کرتے تھے اور ہر سال جایا کرتے تھے کہ وہ ان کا مسلمہ قاعدہ تھا۔

حدیثِ بخاری ۴۰۷۲ میں ایک دل چسپ واقعۂ رضاعت ملتا ہے۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کے غزوۂ احد میں شہید کرنے والے حضرت وحشیؓ، جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، کا بیان ہے کہ حضرت عدیؓ بن الخیار نے ایک عورت ام قتالؓ بنت ابی العیص سے شادی کی تھی اور ان کے بطن سے مکہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کی رضاعت کا کام میں کرواتا تھا۔ میں اس بچے کو اس کے ماں کے ساتھ اٹھا کر لے جاتا اور پھر اسے واپس لاتا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح میں ابن اسحاق کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے کہ ان کو ذوطویٰ نامی مقام پر ان کی سعدی ماں رضاعت کرتی (دودھ پلاتی) تھیں۔ یہ حضرت عبیداللہ بن خیار بن عدی نوفلیؓ تھے، جن کی رضاعت بنو سعد میں ہوئی تھی۔ (۱۴۳)

نظامِ تحفظ میں قریشی و ثقفی اشتراک

قبائلی نظامِ تحفظ کا ایک خاص اور قابلِ فخر پہلو یہ تھا کہ ہر قبیلہ و خاندان اپنے ارکان کی ہر طرح حفاظت کرتا تھا، خواہ وہ کسی جرم کا مرتکب اور گناہ گار ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ارکان و افراد اپنے قبیلے اور خاندان کے پوری طرح وفادار رہتے تھے۔ بعثت نبوی کے بعد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے قریشی صحابہ اور مکی اہل ایمان کا تحفظ ان کے اپنے اپنے خاندانوں نے کیا تھا۔ ابتدا میں اسی نظامِ تحفظ کی بنا

پر مذہب و دین کی تبدیلی کے بعد رسولِ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام کی حفاظت وتحفظ کا مسئلہ نہیں پیدا ہوا۔ بعد میں جب قریش کا قومی فیصلہ ہوا کہ اہلِ ایمان واسلام پر ان کے قبیلے والے ہی ظلم وستم کر کے ان کو دین سے برگشتہ کریں تو مختلف قریشی خاندانوں نے اپنے اپنے مسلمانوں کو زدوکوب کرنا شروع کیا، لیکن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سربراہِ بنو ہاشم کی وجہ سے محفوظ رہے۔ دوسرے قبیلے اور خاندان کے لوگ کسی معزز خاندانِ قریش کے کسی مسلم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے تھے، ورنہ قصاص ودیت اور بدلے کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا۔ البتہ جب بعض قریشی خاندانوں نے اپنے مسلمانوں کی حفاظت سے دست کشی اختیار کر لی تو دوسرے خاندانوں کے اکابر نے ان کو تحفظ فراہم کیا۔ قریش کے تمام حلفا و موالی، جن میں ثقیف کے حلفا و موالی شامل تھے، اسی نظامِ تحفظ کے تحت مکے میں محفوظ و مامون رہے تھے۔ (۱۴۴)

اس نظامِ تحفظ کا ایک دوسرا پہلو یہ تھا کہ ایک قبیلے/ علاقے کا کوئی شخص یا طبقہ اپنے گھر اور اقربا میں خطرہ محسوس کرتا تو وہ دوسرے قبیلے/ علاقے کے کسی بااثر خاندان یا شخص کا مولیٰ یا حلیف بن جاتا اور اسے پورے قبیلے کا تحفظ از خود مل جاتا۔ دوسرے حلفا و موالی کے علاوہ قریشِ مکہ اور ثقیفِ طائف کے درمیان اس تحفظِ جان و مال کی دلچسپ مثالیں ملتی ہیں، جو ان کے باہمی مشترکات اور مفاہمت کو بھی اجاگر کرتی ہیں۔ قریشی افراد خطرۂ جان و مال دیکھ کر طائف چلے جاتے اور ثقفی افراد وطبقات اسی مقصد کی خاطر قریشِ مکہ کے پاس پناہ لیتے تھے اور دلچسپ بات یہ تھی کہ پناہ لینے والے کو بہرحال تحفظ فراہم کیا جاتا تھا۔

مشہور ثقفی سردار عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے اپنے اہل وعیال اور زیرِ اثر ثقفی افراد کے ساتھ مکے میں پناہ لی تھی اور مکہ مکرمہ کے سادات میں شمار ہونے لگے تھے۔

حضرت وحشیؓ نے فتح مکہ کے بعد یا اسلام کی عام اشاعت کے بعد طائف میں پناہ لی تھی کہ ان کو حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے قتل کے سبب اپنی جان جانے کا خطرہ تھا۔ ان کی جوار و پناہ کے اس واقعے سے ایک اور مستقل سکونت قریشی کی روایت کا علم ہوتا ہے۔ (۱۴۵)

حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ نے بعض لوگوں کو قتل اور ان کا مال لوٹ کر مکے میں قیام کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ پہنچے تھے۔

اسی طرح بعض خطاکاروں نے مکہ مکرمہ میں طائف سے بھاگ کر پناہ لی تھی یا مکہ وقریش سے فرار ہو کر طائف میں پناہ لی تھی۔

قریشی اکابر وشخصیات کی سماجی زیاراتِ ثقیف

اس واقعے کے لیے کسی شہادت، سند یا روایت کی ضرورت نہیں کہ قریشی کے لوگ، عوام وخواص اکثر وبیش تر طائف یا دیارِ ثقیف جاتے رہتے تھے اور ان کے درمیان قیام کرتے تھے، کیوں کہ ان دونوں قبائل اور شہروں کے درمیان بہت سے تعلقات تھے۔ شادی بیاہ کے نوع بہ نوع رشتے رکھنے والے قریشی مرد وزن طائف اور دوسرے علاقوں میں جاتے تھے اور اپنے ثقفی عزیزوں کے ہاں قیام کرتے تھے، جس طرح ثقیف وطائف کے لوگ مکہ مکرمہ آتے تھے تو اپنے قریشی رشتے داروں کی مدارات سے لطف اٹھاتے تھے۔ ان کے علاوہ تجارت، زراعت اور دوسرے کاروباری سلسلے بھی تھے، جن کے سبب دونوں شہروں میں دونوں کی برابر آمدورفت رہتی تھی۔ ان مختلف اسباب اور رشتوں سے قریش مکہ اور ثقیف طائف کے درمیان دوستی کے بہت قریبی تعلقات بھی پیدا ہوگئے تھے اور ثقفی احباب اپنے قریشی دوستوں کے گھروں میں مکہ مکرمہ میں اور قریشی اصدقا اپنے ثقفی دوستوں کے مہمان خانوں میں ٹھہرتے تھے۔ اس کی بعض مثالیں اور روایات بھی مل جاتی ہیں، اگرچہ ان کی تعداد کافی کم ہے۔

مشہور شیخ ثقیف اور عظیم رئیس طائف حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ، جو بعد میں بہت مشہور صحابی بھی بنے، ان کے ایک بھائی عمرو بن مسعود ثقفیؓ تھے اور وہ بھی طائف وثقیف میں خاصی مرتبت اور مقام رکھتے تھے اور قریش سے بھی تعلقات رکھتے تھے۔ قریش کے سالارِ اعظم اور امیرِ کبیر حضرت ابوسفیان بن حرب امویؓ ان کے بہت ہی قریبی دوست، عزیز صدیق اور مکرم رفیق تھے۔ حضرت ابوسفیان اموی جب بھی طائف جاتے اور اکثر جاتے رہتے تھے تو ان ہی حضرت عمرو بن مسعود ثقفی کے گھر پر ٹھہرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حضرت عمرو بن مسعود ثقفیؓ جب بھی مکے آتے تھے تو حضرت ابوسفیان امویؓ کے پاس ٹھہرتے تھے کہ یہ عرب دوستی کی ایک اٹوٹ ریت تھی۔ ان کی طویل عمر ہوئی اور وہ خلافتِ معاویہؓ میں حضرت معاویہؓ سے ملنے آئے تو ان کو یاد دلایا کہ وہ ابوسفیانؓ کے دوست تھے اور اسی رشتے سے ملنے آئے تھے۔ یہ تعلق ان دونوں کی زندگی بھر قائم رہا۔ (۱۴۶)

خود حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ کے بارے میں روایات اور ان کے تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ اور طائف دونوں جگہ سکونت رکھتے تھے۔ واقعۂ عکاظ کے بعد اگرچہ وہ مستقل مکہ مکرمہ کے ہو رہے تھے اور اپنے خاندان کے لوگوں اور خدم وحشم کے ساتھ بس گئے تھے، لیکن وہ اکثر وبیش تر طائف جاتے رہتے تھے، جہاں ان کے خاندان کے لوگ، بل کہ عزیز ترین رشتے دار آباد تھے۔ ان میں ان کے فرزند ابو

املیح اور بھائی اسود اور ان کے فرزند قاربؓ بن اسود وغیرہ کا ذکر ملتا ہے۔ان کے علاوہ دوسرے اعزہ واقربا بھی کافی تعداد میں تھے۔ان کا مکان، جائداد اور اصوال بھی طائف میں موجود تھے، جہاں وہ تبلیغ اسلام کے سفر طائف کے دوران جاکر مقیم ہوئے تھے۔(۱۴۷)

حضرت ابوسفیان امویؓ اور امیہ ثقفی کی باہمی زیارات

قریشِ مکہ اور ثقیفِ طائف کی باہمی اور مشترکہ تجارت کے بیان میں یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ دونوں اموی ثقفی اکابر ایک دوسرے کے عزیز دوست اور رشتے دار تھے اور تجارت کے ندیم وشریک بھی رہے تھے۔اس کے سبب ان میں بہت قربت آگئی تھی۔سیرت وسوانح نگاروں کا بیان ہے کہ حضرت ابوسفیان امویؓ طائف جاتے تو اکثر وبیش تر امیہ ثقفی کے گھر میں مہمان ہوتے تھے۔اوپر ایک اور حوالہ گذر چکا ہے کہ مشہور ثقفی سردار حضرت عروہ بن مسعود ثقفی کے بھائی حضرت عمرو بن مسعود ثقفیؓ کے گھر ٹھہرا کرتے تھے۔ان کا یہ طریقہ جاہلی اور اسلامی دونوں ادوار میں قائم ودائم رہا۔ان دونوں روایات میں کسی قسم کا تضاد وتصادم نہیں ہے، جیسا کہ نظر آتا ہے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ سماجی وتہذیبی روایات اور تعلقات کافی پیچیدہ اور وسیع وعریض ہوتے ہیں اور ان کو کسی ایک حد خاص میں باندھا نہیں جاسکتا۔حضرت ابوسفیان اموی قریشیؓ کے تعلقات وروابط قریشی نژاد ثقفیوں سے بھی تھے اور خالص طائف کے قبیلۂ ثقیف کے مختلف افراد سے بھی۔وہ اکثر وبیش تر طائف جاتے رہتے تھے اور کبھی عمروؓ بن مسعود ثقفی کے گھر اور کبھی امیہ بن ابی الصلت ثقفی کے ساتھ ٹھہرا کرتے تھے اور اس کا بھی بہت قوی امکان ہے، بل کہ قطعی معاملہ ہے کہ وہ دوسرے ثقفی اکابر اور طائف کے دوسرے رشتے داروں کے گھر بھی ٹھہرتے تھے۔اس کی تصدیق و تائید دوسرے واقعات واحوال سے بھی ہوتی ہے اور منطقی دلائل وشواہد بھی اس کو ثابت کرتے ہیں۔

طائف میں دختران اور اعزہ کے گھر میں

روایات میں اس کا تو بہت ذکر ہے کہ حضرت ابوسفیان امویؓ کی متعدد دختروں کے علاوہ ان کی کئی پھوپھیاں اور دوسری رشتے دار خواتین ثقیف کے متعدد اکابر سے بیاہی گئی تھی اور ان کے علاوہ دوسری قریشی خواتین بھی تھیں، لیکن اس کا ذکر نہیں ملتا کہ حضرت ابوسفیانؓ نے ان کے گھروں کی زیارت کی ہو یا ان کے گھروں میں ٹھہرے ہوں، حال آں کہ یہ قطعی واقعہ ہے۔عرب دستورِ محبت میں تو ننہال/ اخوال، رضاعی اعزہ، ماں جائے بھائیوں بہنوں، دوستوں، تجارت کے شریکوں وغیرہ کے ہاں مہمان بننے کی پختہ ریت تھی۔لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اموی طائف ودیارِ ثقیف جاتے

ہوں اور اپنے عزیزوں، خاص کر دختروں سے نہ ملتے ہوں۔ صلح حدیبیہ کی تجدید کرنے والے مدینہ منورہ گئے تھے تو اپنی دختر حضرت ام حبیبہؓ سے ملاقات کی تھی اور خانۂ اقدس میں مہمان بنے تھے اور ان کے علاوہ دوسرے اکابر، جیسے حضرات ابوبکر صدیق وعلی ابن ابی طالبؓ وغیرہ سے بھی ملاقاتیں کی تھیں اور ان کے مہمان بھی بنے ہوں گے، اگر چہ اس کا ذکر نہیں ملتا۔ یہ زیارت سیاسی اسباب سے ضرور تھی، مگر اس میں سماجی پہلو بھی تھے اور اس کو یک سر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ سماجی زیارتیں عرب جاہلی اور عرب اسلامی کی بہ قول حضرت شاہ ''سنت موکدہ'' تھی، جس کے ترک پر ملامت کی جاتی تھی۔

دیارِ طائف وثقیف میں قریشی اموال

طائف اور دیارِ ثقیف وہوازن کی زرخیز مٹی، چشموں کی موجودگی اور آب وہوا کی عمدگی نے زرعی باغات کو وجود بخشا۔ ان کو بالعموم عرب سیرت نگار اور ماہرینِ تاریخ اموال (مال کی جمع) کا نام دیتے ہیں۔ ان کو موجودہ اصطلاح میں زرعی فارم کہا جاسکتا ہے۔ لغت نویس ''مال ودولت'' کے علاوہ کہتے ہیں کہ اہل بادیہ کے نزدیک اس کا اطلاق چوپایوں پر ہوتا ہے، جیسے اونٹ بکری وغیرہ۔ مذکر ومونث ہے۔ کہا جاتا ہے: هو المال / وهي المال اور کہا جاتا ہے: خرج الیٰ ماله، یعنی اپنی جائداد یا اپنے اونٹوں کی طرف گیا۔ صاحبِ مصباح اللغات کی یہ تعریف وتفصیل جزوی طور پر صحیح ہے، جیسا کہ ان کے اپنے ترجمے میں جائداد کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے۔ مال اور اموال کا بہ کثرت استعمال و اطلاق زرعی جائدادوں پر ہوتا ہے اور لغت سے زیادہ کتبِ تاریخ میں ان کے شواہد ہیں۔ (۱۴۸)

قرآن مجید کی مختلف آیاتِ کریمہ میں مال کا اطلاق مال ودولت، زر وپیسے پر کیا گیا ہے، جیسے بقرہ: ۱۷۷، ۲۴۷، انعام: ۱۵۲، اسرا: ۳۴، کہف: ۴۶، مومنون: ۵۵، نور: ۳۳، شعرا: ۸۸، نمل: ۳۶، قلم: ۱۴، فجر: ۲۰ وغیرہ۔ متعدد بل کہ بہت سی آیات ہیں، جن میں اس کا اطلاق مال ودولت اور زر پر ہوا ہے۔

جائداد پر بھی اس کا اطلاق بہت سی آیات میں کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا آیات میں بھی بعض میں جائداد پر اطلاق ملتا ہے۔ خالص مالِ غیر منقولہ یا جائداد پر اطلاقِ مال/ اموال کی آیاتِ کریمہ ہیں:

کہف: ۳۴، جس میں دو دوستوں کی گفت گو اور محاورے کا ذکر باغ (جنۃ) کے حوالے سے کیا گیا۔ وہ زرعی مال ہی تھا۔ اسی کی طرف سورۂ کہف: ۳۹ کا بھی اشارہ ہے۔ دوسری آیات مال/ اموال بہ معنی جائداد ہیں: المدثر: ۱۲، بقرہ: ۵۵، ۱۸۸، التوبہ: ۲۴، نوح: ۱۲، یونس: ۸۸، سبا: ۳۵، احزاب: ۲۷، موخر الذکر کا حوالہ بنو النضیر کے اموال کی طرف ہے۔ جو خالص مال غیر منقولہ یا زرعی جائدادیں تھیں:

وأورثكم ارضهم و ديارهم و اموالهم و ارضالم تطئوها (۱۴۹)

اور تم کو ملائی ان کی زمین اور ان کے گھر اور ان کے مال اور ایک زمین جس پر نہیں پھیرے تم نے اپنے قدم۔(۱۵۰)

حدیثِ بخاری: ۴۰۲۸ میں اسی زرعی جائدادِ یہود کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

وقسم نساؤ هم و اولادهم و اموالهم بين المسلمين (۱۵۱)

مالِ منقولہ کی کثرت اور زرِ کثیر کی فراہمی کا ایک اہم اقتصادی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اموال/ جائدادوں کے حصول پر اکساتی ہے۔ دولت مند اور ثروت مند افراد و طبقات کا یہ ایک بنیادی اقتصادی طریقہ ہے کہ وہ اپنے زرِ کثیر کو مال/ جائداد خریدنے میں لگاتے ہیں۔ عام افراد و طبقات بھی زر اور مال کی فراہمی کے بعد زرعی یا مالی جائداد خریدنے کی کوشش خاص مقصد سے کرتے ہیں۔ وہ مقصد یہ ہوتا تھا کہ زرعی جائداد مستقل ذریعۂ آمدنی یا مستقل پیداوارِ دولت کی وجہ بن جاتی ہے اور دولت مندی کو فروغ دیتی ہے، جب کہ زرِ خالص اور مالِ منقولہ اگر چہ کیسہ و تجوری میں پڑا رہے تو وبالِ جان بننے کے علاوہ دولت بڑھانے میں قطعی معاون نہیں ہوتا، بل کہ وہ اس کے گھٹانے کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی لیے مال دارانِ قوم اور دولت مندانِ ملت اپنے مال اور زر کو سود پر چلاتے ہیں کہ زر زر کو کھینچنے اور گھسیٹنے کا باعث بنے اور ان کی دولت میں اضافہ کرتا جائے۔ عرب میں سود اور ربا کی یہی اقتصادی وجہ تھی۔ دوسری صورت یہ ہوتی تھی اور اب بھی ہوتی ہے کہ مال اور زر سے جائدادیں/ اموال خریدے جائیں اور ان کے ذریعے مزید دولت کمائی جائے۔

اموال/ جائدادیں بالعموم دو قسم کی ہوتی ہیں: ایک ان کی قسم غیر زرعی ہے، اگر چہ پیداواری ہے اور وہ مکانات اور دکانات کی شکل میں ہوتی ہے۔ ان سے کرایہ حاصل کیا جاتا ہے یا ان میں خود تجارتی منڈی/ دکان قائم کر لی جاتی ہے کہ حصولِ زر کا باعث بنے۔ دوسری زرعی اور پیداواری ہوتی ہے اور وہ باغات اور کھیتوں پر مشتمل ہوتی ہے اور مختلف قسم کی زرعی پیداواروں کا باعث بنتی ہے۔ زرعی علاقوں کے لوگ، عام و خاص دونوں افراد و طبقات، اپنے زرِ خالص کو زرعی مال/ اموال میں تبدیل کر دیتے تھے، حتیٰ کہ اسلامی مجاہدین، اور عام سپاہیوں نے اپنے مالِ غنیمت کے زرِ خالص کو مالِ زرعی میں تبدیل کرنے کا رجحان خاص پیدا کر لیا تھا اور متعدد مجاہدین بل کہ مجاہدات نے اپنے جنس و سامان پر مشتمل مال اور زر کو بیچ کر اپنے وطن میں چھوٹا موٹا سہی، باغ خرید لیا تھا۔ غیر پیداواری جائدادیں/ اموال، مکانات، محلات، وغیرہ کی شکل میں ہوتے تھے، جن سے کسی قسم کی پیداوار نہیں ہوتی تھی۔ ان سے

صاحبانِ اموال اور مالکانِ جائداد کے سماجی وقار، معاشرتی مرتبے اور سیاسی اثر میں کافی اضافہ ہوتا تھا۔ زرعی اموال کی بنا پر دونوں مقاصد بہ یک وقت حاصل ہوتے تھے: حصول زر یا دولت کی پیداوار کے ساتھ سماجی مقام و مرتبہ بھی ملتا تھا اور ان دونوں کے سبب ان کے موالی/ حلفا کی تعداد بڑھتی تھی اور ان سے سیاسی طاقت وری بھی ہاتھ آتی تھی۔ (۱۵۲)

مکہ مکرمہ کی غیر زرعی زمین کی وجہ سے اکابرِ قریش اور مال دارانِ حرم کو اپنے وطن میں غیر پیداواری جائدادوں ہی پر اکتفا کرنا پڑا تھا۔ ان کے بہت سے اکابر و شیوخ کے محلات، دکانات اور مکانات بھی تھے اور ان میں سے بعض پیداواری بھی تھے۔ زرعی جائدادوں/ اموال کے حصول کے لیے قریشی اکابر و شیوخ نے دیارِ ثقیف وہوازن کا رخ کیا تھا کہ وہ قریب ترین بھی تھے۔ وہاں وہ جا کر رہ کر یا اپنے وطن میں بیٹھ کر اپنے گماشتوں کے ذریعے ان کی دیکھ بھال کر سکتے تھے اور ان سے فوری فوائد بھی اٹھا سکتے تھے۔ قریش مکہ کے مختلف بطون اور خاندان کے افراد اور شیوخ کے اموالِ زرعی دیارِ طائف میں تھے اور کہا جا سکتا ہے کہ سب بطون کے مال داروں کے تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے عام تبصرہ کیا ہے:

> اگر ایک طرف مال دار اہل مکہ، بالخصوص بنو امیہ، طائف میں زمینیں خریدنے اور گرمیاں گزارنے آیا کرتے تھے تو طائف کے مستعد باشندے بھی تجارتی کاروبار کے سلسلے میں مکے میں بود و باش رکھتے تھے۔ (۱۵۳)

ثقیف وہوازن کے زرخیز علاقوں کے قریشی اموال نے دونوں مثبت و منفی اثرات و نتائج بھی مرتب کیے تھے۔ قریشی صاحبانِ اموال اکثر و بیشتر اپنے گماشتوں، عزیزوں اور اہلِ خاندان اور موالی کے ساتھ ان ثقفی اموال میں جا کر قیام کرتے۔ ان کے عارضی قیاموں اور بسا اوقات نیم مستقل قیاموں کی وجہ سے قریش وثقیف کے اکابر کے درمیان تعلقات قائم ہو جاتے، جو مختلف نوعیّتوں کے ہوتے تھے۔ ان میں قرابت و قربت کے تعلقاتِ باہمی شادی بیاہ کے تعلقات کو فروغ دیتے تھے اور ان کے افراد و شخصیات اور طبقات کو ایک دوسرے کے قریب لاتے تھے اور رشتے داری کے مضبوط بندھنوں میں باندھ دیتے تھے۔ ان کی وجہ سے زرعی روابط بھی استوار ہوتے اور اکابرِ قریش مقامی لوگوں اور ثقفی اجیروں سے اموال پر کام کراتے تھے۔ تجارتی روابط کو یوں فروغ ملتا کہ ان کی پیداواروں، سے وہ مختلف بازاروں اور خود اپنے غیر زرعی وطن میں خاصا منافع کماتے تھے۔ ان میں سے بعض پیداواروں بالخصوص انگور کی کاشت کی بنا پر وہ شراب سازی کی صنعت لگاتے اور اس سے بہت مال کماتے تھے۔ سماجی اور معاشرتی ہم آہنگی اور تہذیبی و تمدنی یگانگت کے علاوہ وہ علاقہ اموال میں سیاسی اثرات کے بھی حامل بن جاتے تھے اور ان

سب روابط کا مجموعی نتیجہ یہ نکلتا کہ ان کے درمیان قومی یگانگت، عرب شناخت اور علاقائی مفاہمت پیدا ہو جاتی تھی۔

منفی اثرات ونتائج بھی خالص فطری تھے کہ زر، زن اور زمین ہمیشہ ہی انسانی معاشروں میں باعثِ فساد رہے ہیں۔ اموالِ قریش اور اموالِ ثقیف کے مالکوں کے درمیان اکثر وبیش تر ملکیت یا اس سے متعلقہ معاملات پر اختلافات بھی ہو جاتے اور وہ خاصی ابتری پیدا کرتے۔ منافرت کا بازار گرم ہو جاتا، جنگ وجدال کی صورت بن جاتی، قطع رحمی اور عزیز کشی کا رجحان ابھرتا، مختلف افراد وشیوخ کے اختلافات، منافرات اور مناقشات کا باعث یہی اموال بنے تھے۔

بنو ہاشم کے زرعی اموال دیارِ ثقیف میں

روایات میں غور وخوض سے معلوم ہوتا ہے کہ طائف کے علاقے میں ذو الہرم نامی مقام پر عبدالمطلب بن ہاشم کی ایک زرعی جائداد تھی، جو ان کو ان کے والد ہاشم بن عبدمناف سے ترکے میں ملی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ زرعی مالِ طائف سربراہِ خاندان عبدمناف کا رہا ہو۔ بہ ہر حال ہاشم بن عبدمناف کی اچانک اور ناگہانی موت اور عبدالمطلب کی کم سنی کے سبب ثقیف کے بعض اکابر نے اس پر قبضہ کرلیا۔ عبدالمطلب ہاشمی نے جوان ہوکر اس پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا اور اس نے ایک منافرت کی شکل اختیار کر لی۔ یعنی دونوں فریقوں نے ایک حَکم کے ذریعے اس کا فیصلہ کرایا۔ عبدالمطلب ہاشمی کے حق میں فیصلہ تو ہوگیا، لیکن ثقفی قابضوں سے ان کا سماجی وسیاسی اختلاف بھی ہوگیا۔ بعض جدید سیرت نگاروں نے اسے محض ایک کنواں (بئر) بتایا ہے، مگر اصلاً وہ محض ایک کنوئیں پر مشتمل نہیں تھی، بل کہ ایک وسیع وعریض زرعی اراضی تھی جس میں ایک کنواں بھی تھا، جس سے اس کی آب پاشی کی جاتی تھی۔ ایسے بئر بہت سے تھے جن کے اردگرد کافی اراضی ہوتی تھی اور وہ مشہور صرف بئر سے ہوتے تھے، جیسے بئر معونہ، بئر ابی عتبہ، بئر المطلب، بئر ابن المرتفع وغیرہ۔ محمد بن حبیب بغدادی نے اس کو مال کہا ہے اور اس کا نام ذوالہرم بتایا ہے:

کان لعبد المطلب مال بالطائف یقال له ذو الهرم۔

نیز ۹۸۔۱۰۳۔ عبدالمطلب ہاشمی کے ثقفی حریف جندب بن حارث ثقفی تھے اور ان دونوں کے منافرت کا فیصلہ شام کے قضاعی کاہن نے کیا تھا۔ بلاذری وغیرہ نے اسے پانی کہا ہے: کان......ماء یدعی[ذا]الهرم دونوں نے کافی تفصیلات دی ہیں۔ (۱۵۴)

بلاذری اور بعض دوسرے مآخذ سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالمطلب ہاشمی اپنی اس زرعی جائداد/ مالِ

طائف پر جایا کرتے تھے اور وہاں قیام بھی کرتے تھے۔ ان کو اس مالِ ثقیف سے کثرتِ مال اور دولت مندی ملی تھی اور غالباً اس سے تجارتی منافع بھی حاصل ہوئے تھے۔ (۱۵۵)

عبدالمطلب ہاشمی کے بعد ان کی زرعی جائدادیں اور دوسرے اموال ان کے فرزندوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ ان میں سے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ہاشمی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ طائف کے علاقے میں بعض اموال کے مالک ووارث بنے تھے۔ ممکن ہے کہ وہ جدی اموال ہوں۔

بنوعبد شمس کے اموالِ ثقیف

خاندان/ بطنِ بنوعبدمناف کے زیادہ بڑے خاندان بنوعبد شمس کے ثقیف ودیارِ طائف سے بہت وسیع روابط تھے۔ قریش کے دولت مند خاندان تو کئی تھے، لیکن ان میں بنوعبد شمس اور ان کے ذیلی خاندان بنوامیہ اکبر کو بہت زیادہ فوقیت اور اہمیت حاصل تھی۔ اس دولت مندی نے اور حلف وازدواج کے تعلقات نے خاندانِ بنوعبد شمس کو بھی طائف کی وادیوں میں زرخیز اراضی حاصل کرنے پر اکسایا تھا۔ ان میں بہت سے اکابر وشیوخ کے اموال اس دیارِ ہوازن میں تھے، جن سے ان کو دولت وثروت کے علاوہ سماجی قدر و منزلت بھی ملتی تھی۔ کتبِ سیرت میں ان کے دو عظیم سرداروں کے ''مال'' کا ذکر بہت دل چسپ انداز اور سعادت آگیں لہجے میں آتا ہے۔

عتبہ بن ربیعہ اور ان کے برادر شیبہ کے اموال

سفرِ طائف سے واپسی پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر ناشناس کی حدود سے نکل کر ایک باغ میں پناہ لی تھی۔ وہ باغ دو شیوخ مکہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ/ بنوعبد شمس کا تھا۔ بالعموم سیرت نگاروں نے باغِ عتبہ وشیبہ کا حوالہ ہی دیا ہے، اور وہ بھی مختصر وتشنہ۔ شبلی نعمانی کا بیان ہے کہ ''...... آخر آپ ﷺ نے ایک باغ میں انگور کی ٹیٹوں میں پناہ لی۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا، جو باوجود کفر کے شریف الطبع اور نیک نفس تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے غلام کے ہاتھ، جس کا نام عداس تھا، انگور کا خوشہ ایک کشتی میں رکھ کر بھیجا......''۔ مولانا موصوف کے حاشیے میں مرگیولوس (مارگولیتھ) کے ایک اقتباس کا ایک حصہ قابلِ ذکر ہے کہ ''...... طائف ...... وہاں رؤسائے مکہ کے باغ تھے، جس کی وجہ سے ان کی آمد و رفت رہتی تھی''۔ دوسرے جدید وقدیم، اردو عربی سیرت نگاروں نے بھی واقعۂ سفر اور حالات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے، مگر باغ کا بس حوالہ ہے۔ (۱۵۶)

اصل مصادرِ سیرت میں اسے ''حائط'' کہا گیا، جس سے مراد باغ ہے اور ایسا باغ جس کے

اردگرد دیواریں ہوں اور جس درخت کے نیچے آپ ﷺ کے پناہ لینے کا ذکر ہے، اسے ''حبلہ'' کہا گیا، جس سے مراد انگوروں کی بیل ہے۔ابن اسحاق وغیرہ نے اسے عتبہ وشیبہ کا حائط کہا ہے۔ (۱۵۷)

بنو امیہ کے دیارِ ثقیف میں زرعی اموال

بنو عبد شمس اور ان کے فرزندوں خصوصاً امیہ اکبر کے خاندانوں کی عددی قوت اور اقتصادی دولت بہت زیادہ تھی۔ ان کے مختلف خاندانوں میں تجارت و مال وزر کے ساتھ ''اموال وارکاح'' دونوں کا سلسلہ بھی میراث وترکے کی وجہ سے چلا تھا۔ان کے خاص اموال دیارِ ثقیف کا ذکر ان کے خاص خاندانوں اور ان کے سربراہوں کے حوالے سے کیا جارہا ہے۔

خاندانِ سعیدی کے اموالِ ثقیف

ابو اُحیحہ سعید بن العاص اموی خاندانِ امیہ اکبر کے ایک عظیم ترین شیخ، مال دار ترین تاجر اور منفرد صاحبِ اموال تھے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ طائف میں ان کا مال تھا، جہاں وہ برابر جاتے تھے اور مکہ مکرمہ سے دل برداشتہ ہوکر وہ اپنے ثقفی مال میں جا بسے تھے اور وہیں ان کا ۲ھ/۶۲۴ء میں انتقال ہوا اور اسی اراضی میں وہ مدفون بھی ہوئے تھے۔ان کی کافی وسیع اراضی اور زرخیز پیداواری مال تھا۔ابن سعد نے ان کے مسلم فرزند حضرت عمرؓو بن سعید بن العاص اموی کے خاکے میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓو بن سعید کے اسلام قبول کرنے اور ان کے بھائی حضرت خالدؓ بن سعید کے ساتھ ہجرتِ حبشہ کر جانے کے بعد ابو احیحہ سعید اموی کو سخت غصہ آیا اور اس نے طے کرلیا کہ میں اپنے مال میں چلا جاؤں گا جہاں اپنے آبا واجداد کی برائی سنوں گا اور نہ اپنے معبودوں کی عیب جوئی۔ان بے دینوں کے ساتھ رہنے سے بہتر ہے کہ میں وہاں جا بسوں۔لہٰذا وہ طائف کی سمت میں ظُرَیبہ نامی مقام پر واقع اپنے مال میں جا بسا۔ابو احیحہ کے اپنے مالِ ظریبہ میں جا بسنے کے بعد ہی حضرت عمرؓو بن سعید نے اسلام قبول کیا اور ہجرت حبشہ کر کے اپنے بھائی خالد سے جا ملے۔ (۱۵۸)

خاندانِ حرب بن امیہ کے اموال

امیہ اکبر بن عبد شمس کے مختلف بطون میں قیادہ کے منصب، دولت مندی وثروت، عددی طاقت، سماجی حشمت، اسلام اور رسولِ اکرم ﷺ سے خاص روابطِ قربت وقرابت اور عناد ومخالفت اور بعد میں خلفائے اموی کی شہرت وواقعیت کی متعدد وجوہ سے سب سے زیادہ سماجی مقام ومرتبت اور شہرت خاندانِ

حرب بن امیہ کو ملی، جس کے معاصر نبوی سربراہ حضرت ابوسفیان بن حرب امویؓ تھے جو بنوعبدمناف کے بزرگ تر خاندان کے ایک سربراہ اور منصبِ قیادہ کے منصب دار اور شیخِ قریش تھے۔ ان کی اور ان کے اجداد و آبا کی زرعی جائدادوں اور ان میں خاص اموالِ طائف کا ذکر مختلف روایات میں آتا ہے۔

مالِ ابوسفیان بن حرب اموی

واقدی، ابنِ سعد اور بعض دیگر سیرت نگاروں نے بنوثقیف کے صنم کدے کی انہدامی کارروائی کے ضمن میں لکھا ہے کہ حضرت ابوسفیان بن حرب امویؓ اپنے ایک عزیز ثقفی ساتھی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے ساتھ طائف گئے تو خود طائف میں واقع اپنے مال میں، جو ذوالہرم کہا جاتا تھا، مقیم ہو گئے۔ یہ صرف ایک چلتا پھرتا حوالہ ہے۔ اس کی تفصیلات دوسری جگہ سے دست یاب ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں دل چسپ بات یہ ہے کہ ذوالہرم نامی مال عبدالمطلب ہاشمی کا بھی تھا۔ اس سے تصادم وتنافر کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ غالباً ذوالہرم نامی ایک وسیع وادی اور زرخیز اراضی تھی، جس میں مختلف صاحبانِ اموال کے اموال اور زرعی جائدادیں تھیں۔ ان میں سے ایک ابوسفیان بن حرب امویؓ کی تھی اور دوسری عبدالمطلب ہاشمی کی۔ دونوں ایک دوسرے کے رشتے دار اور عزیز بھی تھے۔ (۱۵۹)

بنومخزوم کے ثقفی اموال

بنومخزوم کے ثقیف و ہوازن سے گونا گوں تعلقات تھے۔ ان میں ازدواجی، تجارتی، اقتصادی اور سماجی سب شامل تھے۔ بنوعبدمناف کے بزرگ تر بطن یا خاندان کی طرح وہ بھی عددی طاقت رکھتے تھے اور مختلف خاندانوں میں منقسم تھے۔ ان کے بھی ذیلی خاندان تھے۔ ان میں ولید بن مغیرہ مخزومی ایک بڑے سردار اور صاحبِ جاہ و مال ہی نہیں، ثقیفِ طائف سے کافی روابط و تعلقات رکھتے تھے اور ان کے دیارِ طائف میں اموال بھی تھے۔ ان کے برادر حقیقی ہشام بن مغیرہ مخزومی کے خاندان میں سب سے بڑے سردار ابوجہل عمرو بن ہشام تھے۔ ان کے دوسرے بھائی بھی تھے اور ان کے اندر مختلف ذیلی خاندان بنے تھے۔

خاندانِ ولید بن مغیرہ مخزومی کے اموال

صحابی جلیل حضرت خالدؓ بن ولید مخزومی کو ان کے والد نے اپنی وفات کے وقت جو تین وصیتیں کی تھیں، ان میں سے ایک کا تعلق ثقیف سے تھا۔ حضرت خالدؓ کے گھرانے کا سودی کاروبار تھا اور کتبِ سیرت و سنت میں بالعموم بنوالمغیرہ کے سودی کاروبار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس سے متعلق بعض

روایات سے پتا چلتا ہے کہ وہ حوالہ اموالِ ثقیف کے سلسلے میں دیا گیا تھا۔ اس مخزومی خاندان کے بہت قریبی اور وسیع تعلقات ثقیف وطائف سے تھے، لہٰذا یہ قوی امکان ہے کہ طائف کے دیار میں ان کے بیش قیمت اموال تھے، جو بعد میں حضرت خالد بن ولید مخزومیؓ اور ان کے بھائیوں کو ترکے میں ملے تھے۔

خاندان کریز بن حبیب بن عبد شمس کے اموال

سریۂ نخلہ ۲ھ/۶۲۴ء کے ضمن میں بطنِ نخلہ میں باغ / کو بستانِ ابن عامر بالعموم سیرت میں کہا گیا ہے، وہ دراصل خاندان کریز بن حبیب عبشمی کا مال تھا اور وہ ان کے مشہور ترین فرزند اور صحابی جلیل حضرت عبداللہؓ بن عامر بن کریز عبشمی کی طرف سے منسوب ہے۔ وہ مکہ مکرمہ سے ایک رات کی مسافت پر واقع تھا:

و له بستان ابن عامر بنخلة علی لیلة من مکة۔

حضرت ابن عامر کا باغ دراصل نخلہ نامی وادی کے زیریں علاقے میں تھا، جیسا کہ معجم البلدان اور دوسری کتبِ سیرت میں ہے۔ حضرت ابن عامرؓ کو باغ بانی اور آبادکاری سے بہت شغف تھا اور انہوں نے مکے کی وادی کے علاوہ بعد میں بصرے اور اس کے قرب و جوار میں باغات کا ایک سلسلہ قائم کیا تھا، جو باغات ان کے نام سے معروف تھے۔ (۱۶۰)

ثقفی اموال

طائف کے اردگرد پھیلی ہوئی وسیع وادیوں میں ثقفی اکابر اور عوام کے بہت سے اموال تھے۔ ان کا ذکر اہلِ سیر نے، بالخصوص واقدی نے رسولِ اکرم ﷺ کے غزوۂ طائف کے ضمن میں کیا ہے اور جغرافیۂ عرب کے ماہرین وغیرہ نے اپنی کتب میں۔ ان کا ایک مختصر تذکرہ صرف اس وادی کی زرخیزی اور قریشی اموال کے پہلو بہ پہلو ثقفی اموال کی موجودگی اور ان کے درمیان تعلق دکھانے کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ اس باب میں یہ واقعہ بھی ذکر کے قابل ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے مدینے کے یہود بنو النضیر کی مانند طائف کے ثقیف پر دباؤ ڈالنے کے لیے ان کے بعض اموال کاٹ ڈالنے یا جلا دینے کا حکم دیا تھا اور ثقفی اکابر، بالخصوص مالکانِ اموال کی درخواستِ رحم پر ان کی بربادی کا حکم واپس لے لیا تھا۔ (۱۶۱)

وادی نخب میں ایک ثقفی شخص کا مال واقع تھا، جو حائط / حصار سے محفوظ تھا۔ اس نے حکم نبوی پر باہر نکلنے اور خود سپردگی کرنے سے انکار کیا تو اسے جلا دینے کا حکم دیا۔ وہ قلعہ طائف کے قرب میں واقع تھا۔ (۱۶۲)

باغاتِ انگور کے کاٹنے اور جلانے کا حکمِ نبوی اور اس کی جزوی تعمیل اور سفیان بن عبداللہ ثقفی کی التجا پر منسوخی کا حکم نبوی دیا گیا تھا۔ (۱۶۳)

وادی عمق کا مال بنی الاسود بن مسعود ثقفی کا تھا، جو سب سے زیادہ شان دار، سرسبز وشاداب مال تھا۔ اسے صلہ رحمی میں چھوڑ دیا تھا۔ (۱۶۴)

ابوالمرازم نامی مالِ ثقیف کے بعض انگور کے درختوں کے کاٹنے کی ہدایتِ نبوی کا ذکر حضرت یعلی بن مرہ ثقفیؓ کے تذکرے میں آتا ہے۔ طائف کے محاصرے میں شدت پیدا کرنے اور اہلِ طائف پر خود سپردگی کے لیے دباؤ ڈالنے کے لیے یہ حکم دیا گیا تھا، جس کی تعمیل صحابی موصوف نے کی تھی۔ (۱۶۵)

حوالے

۱۔ الزخرف:۳۱

۲۔ یاقوت حموی۔ معجم البلدان، طائف، ثقیف۔ دونوں پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مقالے، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور

۳۔ الزخرف:۳۱

۴۔ جواد علی۔ تاریخ العرب قبل الاسلام۔ المجمع العلمی العراقی ۱۹۵۴ء: ج ۴،ص ۲۰۹، ۲۱۰

۵۔ ابراہیم: ۳۷

۶۔ موضح القرآن۔ ترجمۂ قرآن حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی۔ نیز ملاحظہ کیجیے مختلف تفاسیر آیت کریمہ کتب مفسرین میں

۷۔ معجم البلدان: مکۃ: مقالہ مکہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور۔ تفاسیر سورہ ابراہیم: ۳۶۔ ۳۷۔ موضح القرآن مذکورہ بالا۔ بخاری/ فتح الباری۔ مکتبہ دارالسلام ریاض وغیرہ، ۱۹۹۷ء: ج ۶،ص ۱۷۱۔ ۶۷۳ ومابعد۔ اردو ترجمہ سیرت ابن اسحاق، نورالٰہی، نقوش رسول نمبر: ج ۱۱،ص ۱۰۔۱۵

۸۔ معجم البلدان، طائف، وج اور دوسری وادیوں پر مقالات۔ جزیرۃ العرب کے جغرافیے پر کتب بالخصوص ہمدانی۔ صفۃ جزیرۃ العرب، مصر ۱۹۵۳ء: ص ۲۱۰ ومابعد۔ جزیرۃ العرب مقالہ العرب، اردو دائرہ معارف اسلامیہ

۹۔ مکے اور کعبے پر مذکورہ بالا مآخذ کے علاوہ کتاب خاک سار، مکی اسوہ نبوی، دارالقلم کراچی: ص ۲۰۸، نئی دہلی ۲۰۰۶ء، کا اولین باب۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱،ص ۱۱ ومابعد۔ نسب ثقیف: طبری، تاریخ الرسل والملوک (آئندہ تاریخ طبری)، دارالمعارف مصر ۱۹۶۱ء: ج ۲،ص ۲۳۹۔ ۲۷۶ ومابعد۔ ذکر نسب رسول اللہ ﷺ ......الخ‘‘

۱۰۔ ابن حزم اندلسی۔ جمہرۃ انساب العرب۔ قاہرہ ۱۹۴۸ء: ص ۲۵۷۔ ومابعد۔ ہوازن وثقیف کا نسب۔ مقالہ طائف/ ثقیف، از ڈاکٹر حمید اللہ میں مذکور مآخذ جیسے سہیلی۔ الروض الانف، بلاذری، انساب الاشراف، سیرۃ ابن ہشام کے علاوہ مدائنی کی کتاب اخبار ثقیف (مخطوطہ)

۱۱۔ مفصل بحث کے اگلے عنوانات بالخصوص مکہ مکرمہ اور قریش میں ثقفی سکونت، ثقیف و ہوازن کے درمیان قریشی شخصیات، اور دیار طائف وثقیف میں قریشی اموال

۱۲۔ اگلے عنوانات مذکورہ بالا میں ان کی تفصیل آ رہی ہے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنے مقالہ ثقیف میں لکھا ہے کہ جدید دور میں بھی ثقفی/ طائفی باغ بانوں سے مدینہ منورہ میں کام لیا گیا کہ باغ بانی اور کاشت کاری میں ان کی اہمیت اور مہارت آج بھی تسلیم کی جاتی ہے۔ عہد نبوی میں بھی ثقفی ماہرین زراعت کی ایسی ہی مانگ تھی۔

۱۳۔ مفصل بحث کے لیے عنوان قریش مکہ اور ہوازن/ثقیف کے ازدواجی رشتے پر حوالہ زبیری، کتاب نسب قریش قاہرہ ۱۹۴۸ء۔ وغیرہ۔ ابن اسحاق۔ ابن ہشام: ج ۱ ص ۴۷۔ ۴۸ نے نسبِ ثقیف کا بیان ایک اہم واقعے کے حوالے سے کیا ہے اور وہ ہے مکہ/کعبہ پر ابرہہ الاشرم کے حملے کے ضمن میں۔

۱۴۔ مذکورہ عنوان، نیز مابعد کے مباحث وابواب: زبیری نے بالخصوص ان رشتوں کا ذکر بہت اہتمام سے کیا ہے۔

۱۵۔ رضاعت نبوی کے ضمن میں ابن اسحاق/ ابن ہشام اور ان کے شارح سہیلی کے مباحث، نیز دوسری کتب سیرت نبوی و تاریخ اسلامی: مفصل بحث کے لیے مقالہ خاک سار، ''عہد نبوی میں رضاعت، معارف اعظم گڑھ، جون اور جولائی ۱۹۹۶ء، (دو قسطیں)۔ ابن ہشام۔ سیرۃ النبی۔ دار الفکر قاہرہ، ۱۹۳۷ء: ج ۱، ص ۱۷۲۔۱۷۶

۱۶۔ تفصیل و بحث کے لیے اگلا باب، قریش وثقیف کے تجارتی تعلقات، اس پر ابھی تک کوئی جامع تحقیقی مقالہ نہیں لکھا گیا۔ نیز کتاب خاک سار، عہدِ نبوی میں تجارت/ شامی تجارت، زیرِ طبع۔

۱۷۔ مفصل بحث کے لیے اگلے باب بالخصوص تجارت واموال پر۔

۱۸۔ بحث کے لیے ملاحظہ ہوں: اگلے ابواب ثقفی سکونت وغیرہ: مکی اسوہ نبوی۔ باب اول: ۱۶۔۲۱: مقالہ خاک سار، عہدِ نبوی میں سماجی تحفظ کا نظام، تحقیقات اسلامی، علی گڑھ، اکتوبر۔ دسمبر ۲۰۰۲ء: ص ۴۷۔ نیز آخری باب: جوار نبوی پر بحث۔

۱۹۔ صحابی جلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ نے جاہلیت میں ایسی ہی مجرمانہ کارروائی کر کے اپنے علاقے سے بھاگ کر دامنِ رسالت میں پناہ لی تھی: ثقفی سکونت پر باب آئندہ

۲۰۔ تفصیل کے لیے اگلا باب: قریش وثقیف کا تمدنی ارتباط''، نیز کتب سیرت قدیم وجدید میں اصنام عرب پر مباحث جیسے ہشام بن محمد بن السائب الکلبی۔ کتاب الاصنام۔ المطبعۃ الامیریۃ قاہرہ ۱۹۱۴ء۔ جواد علی۔ تاریخ العرب قبل الاسلام۔ المجمع العلمی العراقی ۱۹۵۵ء: ج ۵ ص ۲۷۔ ۱۱۹۔ الفصل الرابع: الاصنام

۲۱۔ تمدنی روابط کے علاوہ خاک سار کا مقالہ'' جاہلی عہد میں حنیفیت، معارف اعظم گڑھ، اکتوبر۔ نومبر ۲۰۰۳ء دو قسطیں۔ نیز ملت حنیفیہ حواشی فتح الرحمن میں۔ معارف اعظم گڑھ فروری ۲۰۰۴ء: ص ۸۵۔ ۱۰۲

۲۲۔ رضاعت پر مقالات خاک سار میں تفصیل ہے: کتاب خاک سار: مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقا، فرید بک ڈپو نئی دہلی ۲۰۰۷ء: ص ۳۲۱ و مابعد

۲۳۔ رضاعت پر مقالات وکتب مذکورہ کے علاوہ مفصل بحث اس کتاب کے آخری باب ''رسولِ اکرم ﷺ اور اسلام سے ثقفی روابط'' میں آرہی ہے۔

۲۴۔ تمدنی ارتباط اور رسولِ اکرم ﷺ سے ثقفی روابط میں ان پر مفصل بحث کی گئی ہے۔

۲۵۔ مذکورہ بالا مقالات وماخذ کے علاوہ سیرت نبوی کی تمام کتابوں میں سفر طائف کا باب۔

۲۶۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب خاک سار عہد نبوی کا تمدن، باب رضاعت اور باب ہدایا بالخصوص، دہلی، ۲۰۱۰ء نیز مذکورہ بالا ماخذ

۲۷۔ عہد نبوی میں تجارت کے متعلقہ ابواب: اس کتاب کا باب قریش مکہ اور ثقیف طائف کے تجارتی تعلقات: شبلی، سیرۃ النبی۔ اعظم گڑھ ۱۹۸۳ء: ج ۱ ص ۱۸۵ ومابعد۔ تجارت نبوی پر بحث سید سلیمان ندوی۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام وغیرہ کتبِ سیرت میں۔

۲۸۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام وغیرہ کتبِ سیرت میں قبائل عرب اور ان کے اکابر وسادات سے ملاقاتوں کا سلسلہ آغاز نبوت سے قائم تھا جو آخری مکی زمانے میں عروج پر پہنچ گیا جب آپ ﷺ اسلام لانے کے ساتھ اپنی حمایت ونصرت کا مطالبہ بھی کرتے تھے اور جس کو اہل سیرت وحدیث: ''عرض نفسہ علی القبائل'' سے تعبیر کرتے ہیں؛ کاروانوں کے ذریعہ رسالت محمدی کی خبر پہنچانے اور عرب کے کونے کونے میں عام کرنے کا ذکر ان کتابوں میں ہے۔ اس پر ایک تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے

۲۹۔ مصعب زبیری۔ معصب بن عبداللہ زبیری، م ۲۳۶ھ/ ۸۵۱ء۔ کتاب نسب قریش۔ مرتبہ لیفی بروفنسال۔ قاہرہ ۱۹۴۸ء۔ زبیر بن بکار زبیری (م ۲۵۶ھ/ ۸۷۰ء) جمہرۃ نسب قریش۔ مرتبہ محمود محمد شاکر۔ قاہرہ ۱۳۸۱ھ: مورج سدوسی، حذف من نسب قریش۔ بیروت ۱۹۷۶۔ ابن سعد (محمد بن سعد، م ۲۳۰ھ/ ۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبریٰ۔ دار صادر بیروت ۱۹۵۷۔ ۱۹۵۸ء: آٹھ جلدیں۔ بلاذری (احمد بن یحیٰی بن جابر، م ۲۷۹ھ/ ۸۹۲ء): انساب الاشراف اول۔ قاہرہ ۱۹۵۹ء: چہارم وپنجم وغیرہ یروشلم ۱۹۳۶ء: ابن حزم اندلسی (علی بن احمد، م ۴۵۶ھ/ ۱۰۶۴ء)۔ جمہرۃ انساب العرب۔ قاہرہ ۱۹۴۸ء، قاہرہ ۱۹۶۲ء۔ ابن قتیبہ دینوری (عبداللہ بن مسلم دینوری، م ۲۷۶ھ/ ۸۸۹ء)۔ کتاب المعارف۔ قاہرہ ۱۹۶۰ء۔ وغیرہ دیگر کتب: ابن اسحاق/ ابن ہشام، مذکورہ بالا کے مختلف مباحث: واقدی، کتاب المغازی، آکسفورڈ پریس ۱۹۶۰ء تین جلدوں کے مختلف غزوات سرایا۔

۳۰۔ زبیری، مختلف اجزائے کتاب نسب قریش جن کا ذکر آگے آرہا ہے: نیز ابن اسحاق/ ابن ہشام، ابن سعد، واقدی وغیرہ کے اگلے حوالے: محمد حمید اللہ، مقالہ ثقیف اور مقالہ طائف اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ لاہور، ثقیف کے نسب وآبادکاری پر بحث کے لیے بھی۔

۳۱۔ جمہرۃ انساب العرب: ص ۲۵۹: ''.....ام عمرو بنت حجرش بن معاویۃ ولدت بعض جدات النبی ﷺ.....''

۳۲۔ زبیری: ص ۱۶۔ بلاذری۔ انساب الاشراف۔ مرتبہ محمد حمید اللہ، قاہرہ ۱۹۵۹ء: ج ۱ ص ۸۷

۳۳۔ زبیری ۱۸ نے البتہ دونوں کے بارے میں وضاحت سے لکھا ہے: محمد یٰسین مظہر صدیقی، عبدالمطلب ہاشمی۔ رسولِ اکرم ﷺ کے دادا۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء: ص ۴۳۔۴۵ و مابعد۔

۳۴۔ اصابہ۔ خواتین: ص ۳۶۔ ترجمہ اروٰی بنت المقوم بن عبدالمطلب الہاشمی۔

۳۵۔ مفصل بحث کے لیے مقالہ خاک سار ''بنو عبد مناف۔ عظیم تر متحدہ خاندان رسالت۔ معارف اعظم گڑھ، فروری۔ مارچ ۱۹۹۶ء: دو قسطیں۔

۳۶۔ زبیری: ص ۹۴۔۹۵۔ ابن سعد: ج ۳، ص ۵۰ و مابعد

۳۷۔ الاصابہ: ۵۳۷۷

۳۸۔ الاصابہ: ۴۲۴۷

۳۹۔ اصابہ: ۱۷۳۱

۴۰۔ زبیری: ص ۹۸۔ ابن حزم: ص ۲۵۵ میں ان کا نام شفیعہ بنت عبد شمس لکھا گیا ہے، جو غالباً صحیح نہیں ہے، ابن سعد، الطبقات الکبریٰ: ج ۵، ص ۵۰۳ و مابعد میں ان کا نام سبیعہ ہی لکھا گیا ہے۔

۴۱۔ اصابہ: ص ۶۹۷۔ زبیری: ص ۹۸۔ ابن حزم: ص ۲۵۷۔ معتب ثقفی اور شاعر امیہ بن ابی الصلت ثقفی دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔

۴۲۔ زبیری: ص ۱۵۷

۴۳۔ زبیری: ص ۹۹۔ جمہرہ: ص ۲۵۴۔ وہ مشہور صحابی حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی کی ماں تھیں اور خود صحابی جلیل کی بیوی ایک اموی خاتون تھیں۔ زیاد وابوالعاص کی ماں بانۃ بنت ابی العاص ثقفی تھیں۔

۴۴۔ زبیری: ۱۰۰۔ اصابہ: ص ۶۱،۲۷۔ برائے حضرت اخنس بن شریق ثقفیؓ اور متعدد دوسرے مآخذ جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

۴۵۔ بحث کے لیے مذکورہ ''بنو عبد مناف'' مقالے کے علاوہ کتاب خاک سار ''بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات''، علی گڑھ ۲۰۰۱ء: شبلی وغیرہ جدید سیرت نگاروں نے بنو عبد مناف میں بنو حرب بن امیہ کے خاندان اور ان کے اکابر کے مناصب کو صحیح نہیں سمجھا ہے اور وہ اسے افسانوی رقابت بنی امیہ و بنی ہاشم کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور صرف ایک دو مآخذ پر انحصار کرتے ہیں۔

۴۶۔ زبیری: ص ۱۲۱۔۱۲۲۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات، اولین ابواب: بنو عبد مناف پر مقالہ مذکورہ: ازواج مطہرات سے خاص ثقفی/ ہوازنی رشتے داری کی بحث آخری باب میں آتی ہے

۴۷۔ زبیری: ص ۱۲۳۔ حمالۃ الحطب کا ذکر سورۃ المسد میں ہے اور وہ ایک ثقفی ماں کی لڑکی تھی، جیسے اس کے دو بھائی عمرو اور عمر اموی تھے۔

۴۸۔ زبیری: ص ۱۰۰،

۴۹۔ [illegible] ص ۱۲۳

۵۰۔ ابوجعفر طحاوی۔ شرح مشکل الآثار۔ مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۵ھ: ج ۸، ص ۲۳، رقم ۳۰۲۱

۵۱۔ الممتحنۃ: ۱۰

۵۲۔ زبیری: ص ۱۲۶۔ بلاذری: ج ۱، ص ۴۴۱۔ جمہرہ: ص ۲۵۵۔ اصابہ: ص ۴۸۱۸۔ تذکرہ عبداللہ بن عثمان ثقفیؒ

۵۳۔ زبیری: ص ۱۳۲۔۱۳۴

۵۴۔ زبیری: ص ۱۳۷ وغیرہ

۵۵۔ زبیری: ص ۱۵۹۔۱۶۰۔ بلاذری: ج ۵، ص ۱۶۰

۵۶۔ جمہرہ: ص ۲۵۴۔ حضرت ریحانہؓ حضرت مروان بن حکم بن ابی العاص اموی کی پھوپھی اور ان کے والد کی بہن تھیں۔ نیز اصابہ: ص ۷۷۹۴

۵۷۔ زبیری: ص ۱۷۳۔۱۷۴: بلاذری۔ انساب الاشراف۔ مرتبہ ایس ڈی ایف گوئٹن، یروشلم ۱۹۳۶ء: ج ۵، ص ۲ کے مطابق حضرت عثمان بن عفان امویؓ کے خاندانی تعلقات ابو احیحہ سعید بن العاص اموی اور ان کے فرزندوں سے تھے۔ اس تعلق کی بنا پر حضرت عثمانؓ نے ابو احیحہ کو پہلے پھر ان کے بعد ابوسفیان بن حرب اموی کو اپنے اسلام کی خبر دی تھی اور دونوں کی ناراضی اور بدکلامی مول لی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے تعلقات بنوعبدالمطلب ہاشمی سے بھی اسی طرح قریبی تھے اور ان کی خالہ بنت عبدالمطلب کے گھر میں ان کی عیادت کے دوران رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کا ایک واقعہ بھی دل چسپ ہے۔

۵۸۔ زبیری: ص ۱۸۷، ۱۸۹۔ اموی خلافت میں اس خاندان کے اکابر و شخصیات نے انتظامی اور دینی اور قومی کام کرنے میں امتیاز حاصل کیا تھا۔

۵۹۔ زبیری: ص ۱۸۹، ۱۹۶۔ اصابہ، خواتین: ص ۶۶۸۔ اسد الغابہ: ج ۵، ص ۲۴۸۔۲۴۹۔ تذکرہ/ترجمہ حضرت ابو عبید بن مسعود ثقفیؓ۔ ان کے فرزند مختار ثقفی تھے جنھوں نے بعد میں تاریخ میں بری شہرت پائی اور شیعہ کوفہ کے سردار و قائد بنے تھے اور خاصے مطعون بھی ہوئے۔ حضرت عتابؓ اموی کی ایک اور بہن عاتکہ تھیں جو بہ قول ابن اسحاق فتح مکہ میں اسلام لائیں اور خلافتِ فاروقی میں کافی ممتاز و محترم رہیں، اصابہ۔ خواتین: ص ۶۹۳۔ ان کی شادی کا ذکر نہیں ہے۔

۶۰۔ زبیری: ص ۱۵۱۔۱۵۲

۶۱۔ جمہرہ: ص ۲۵۷

۶۲۔ زبیری: ص ۱۵۱

۶۳۔ زبیری: ص ۱۹۷ و مابعد، مقالہ بنوعبدمناف اور کتاب بنو ہاشم و بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات کے اولین دو ابواب میں بحث ہے۔ بہ ہر حال بنونوفل بھی متحدہ خاندان بنوعبدمناف میں شامل تھے اور انہوں نے اپنے اتحاد و یگانگت کا ثبوت رسولِ اکرم ﷺ کو جوار دے کر فراہم کیا تھا۔

۶۴۔ زبیری: ص ۱۹۷ و مابعد: نوفل بن عبدمناف کے متعدد فرزند تھے۔ عدی بن نوفل جو فرزند اکبر تھے، عمرو بن نوفل،

عبدعمرو بن نوفل اوران کے علاوہ ایک دختر تھیں: امتہ بنت نوفل، عدی بن نوفل کے فرزند تھے: عبداللہ المبارک، عبیداللہ الصالح، مطعم بن عدی، طعیمہ بن عدی، خیار بن عدی اور ایک دختر فارعہ بنت عدی تھیں۔ ان کے متعدد فرزند اور بھی تھے۔ ان میں سے اکثر اسلام نہیں لائے، مگر رسولِ اکرم ﷺ کے محافظ و حامی و ناصر رہے تھے۔ مطعم بن عدی بن نوفل کے فرزندوں اور دختروں میں سے اکثر نے اسلام قبول کیا تھا، جیسا کہ ذکر آتا ہے۔

۶۵۔ زبیری: ص ۱۰۱۔۱۰۲

۶۶۔ اسدی حضرات وخواتین کے لیے ابن اسحاق/ ابن ہشام، واقدی، ابن سعد، بلاذری، ابن کثیر کی کتب سیرت میں بہت معلومات ہیں، اسی طرح صحابۂ کرام کے معاجم میں بھی ان کے خاکے ہیں۔

۶۷۔ زبیری: ص ۲۰۷ و مابعد

۶۸۔ زبیری: ص ۲۵۰ و مابعد

۶۹۔ زبیری: ص ۲۵۷ و مابعد

۷۰۔ زبیری: ص ۲۵۷

۷۱۔ زبیری: ص ۲۶۵

۷۲۔ زبیری: ص ۲۶۹۔۲۷۰۔ ان پر مزید بحث آتی ہے۔ ابن سعد: ج ۳، ص ۱۲۸

۷۳۔ زبیری: ص ۲۷۵۔۲۹۴، اس کے متعدد دوسرے ذیلی خاندانوں: بنوعبد مناف بن کعب، بنوعمرو بن کعب وغیرہ کے بارے میں بھی اس معاملہ میں سکوت ملتا ہے۔

۷۴۔ اسدالغابہ: ج ۵، ص ۲۰۲

۷۵۔ زبیری: ص ۲۹۴

۷۶۔ زبیری: ص ۲۲۹ و مابعد۔ اصابہ۔ خواتین: ص ۹۴۳۔ ترجمہ اللبابۃ الصغریٰ: وہ لبابہ کبریٰ، ام الفضل کی حقیقی بہن تھیں اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ اور خالدؓ بن ولید مخزومی کی خالہ۔ وہ اسلام لائیں اور حضرت خالدؓ کے بعد فوت ہوئیں۔ تیسری بہن حضرت میمونہ بنت حارث تھیں، جو ام المومنین بنی تھیں۔

۷۷۔ زبیری: ص ۳۳۲۔ اصابہ: ج ۷، ص ۱۳۶۔ حرف الدال میں ان کا ترجمہ نہیں ہے۔ اسد الغابہ: ج ۵، ص ۲۶۱۔۲۶۲۔ کتب حدیث بالخصوص صحیح بخاری/ فتح الباری کی کتاب الطلاق، باب میں یہ واقعہ اور اس پر بحث موجود ہے۔

۷۸۔ ابن سعد: ج ۳، ص ۲۴۶۔۲۴۷

۷۹۔ زبیری: ص ۳۴۶ و مابعد

۸۰۔ زبیری: ص ۳۵۶۔۳۵۷۔ اصابہ۔ خواتین۔ قسم ثانی: ص ۶۶۸ میں مزید وضاحت ہے کہ ان کی ماں علیلہ بنت اسید بن ابی العاص اموی تھیں، جو حضرت عتاب بن اسید اموی امیر مکہ کی بہن تھیں۔

۸۱۔ زبیری: ص ۳۶۳۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۲۹۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید عدوی کی والدہ لبابہ بنت ابی لبابہ بن

عبدالمنذ رخزرجی تھیں، لہٰذا یہ شادی خلافت اسلامی کے کسی دور کا واقعہ ہے کہ حضرت زید بن خطابؓ نے اپنی شادی مدینہ منورہ میں بعد ہجرت کی تھی۔

۸۲۔ زبیری: ص ۳۸۶ ومابعد

۸۳۔ ابن اسحاق۔ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۸-۲۹

۸۴۔ زبیری، ۳۸۷: امیہ بن خلف جمحی کے بارے میں ایک دل چسپ اطلاع یہ ہے کہ ان کو ''الغطریف'' کہا جاتا تھا۔ جس کے متعدد معانی ہیں: سخی، سردار، خوش طبع، جوان خوب صورت، ج غطارفۃ وغطاریف ہے۔ ایک اور معنی باز کا بچہ اور مکھی بھی ملتے ہیں۔ مصباح اللغات: جاہلی دور کے متعدد شیوخ واکابر کے ایسے القابات کا ذکر کتب نسب وسیرت میں آتا ہے اور ان کا ایک سماجی مطالعہ دل چسپ تحقیق ہوگا۔

۸۵۔ بلاذری: ج ۱، ص ۳۱۲۔ اصابہ، خواتین: ص ۱۶۱۔ ترجمہ برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی، وہ مشہور ترین سادات ثقیف میں سے ایک مسعود کی دختر تھیں۔

۸۶۔ زبیری: ص ۴۰۰-۴۱۲

۸۷۔ زبیری: ص ۴۱۲-۴۲۵ ومابعد

۸۸۔ زبیری: ص ۴۳۰-۴۳۳

۸۹۔ زبیری: ص ۴۳۵-۴۳۶۔ وماقبل ومابعد، تمام مذکورہ عم زاد خاندانوں کا تذکرہ مختصر ہے اور ان کے افراد کے ثقفی رشتوں کا ذکر مفقود۔ اسی طرح قریش الظواہر کے دو بڑے خاندانوں، بنوالحارث بن فہر اور بنومحارب بن فہر کا ذکر مختصر ہے اور ان کے ثقفی رشتوں کا حوالہ نہیں ہے۔ ان دونوں خاندانوں میں بعض حضرات وخواتین بہت اہم تھیں، جیسے حرب بن امیہ اموی کی ماں امۃ بنت ابی ہمہمہ عمرو بن عبدالعزیٰ اور موخر الذکر وغیرہ جاہلی شخصیات میں اور اسلامی عبقریات میں سرفہرست تھے: حضرت ابوعبیدہؓ بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال بن اہیب بن ضبہ بن حارث۔ ان کے علاوہ تھے: حضرت عیاض بن غنم فہری، الضحاک بن قیس بن خالد (بنومحارب)، ضرار بن خطاب بن مرداس بن کبیر بن عمرو بن حبیب وغیرہ، زبیری: ص ۴۴۳-۴۴۸

۹۰۔ بخاری۔ فتح الباری اور دیگر کتب حدیث میں کتاب النکاح کے مختلف ابواب، زبیری، مختلف قریشی خاندانوں کے اکابر کی ازواج کے تذکرے۔ ابن اسحاق۔ ابن ہشام، بلاذری، واقدی، ابن سعد وغیرہ کی کتب سیرت میں اکابر کے ازدواجی رشتے، بالخصوص ابن سعد کی طبقات کی جلدیں: اس بحث میں گذشتہ اوراق میں بہت سی خواتین کے متعدد شوہروں اور ان سے ان کی اولادوں کا ذکر آچکا ہے، مزید ذیل میں آتا ہے۔

۹۱۔ اخوات لامہ/ لامہم کا ذکر اکثر وبیش تر معاملات میں کیا ہے۔ ان سے خواتین کے متعدد شوہروں کا پتا لگتا ہے۔ زبیری: ص ۱۶ اور مابعد: نیز مذکورہ بالا کتب حدیث وسیرت

۹۲۔ زبیری: ص ۲۱-۲۴ ومابعد: حضرت خدیجہؓ کے ان سابق شوہروں کی اولادوں کے نام تھے: ۱۔ ہند بن ابی ہالہ بن زرارہ تمیمی، ۲۔ ہالہ بن ابی ہالہ بن زرارہ تمیمی، ۳۔ عبدمناف بن عتیق بن عائذ مخزومی اور ان کی بہن ہند بنت

عتیق مخزومی۔ ابن ہشام: ج۱،ص ۱۸۷، ۱۹۰۔ سہیلی: ج۲،ص ۲۳۱، ۲۴۶۔ اسلامی احکام کا ارتقا: ص ۲۷۲: دوسری ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے سابق شوہر حضرت ابوسلمہؓ کی اولاد کے نام تھے۔ حضرت سلمہ اور حضرت ہندو غیرہ۔ ان کی تعلیم وتربیت کے لیے مقالہ خاک سار ''عہد نبوی کا خاندانی نظام۔ تعلیمات قرآن کا مظہر'' ادارہ علوم القرآن علی گڑھ سمینار، نومبر ۲۰۰۹ء

۹۳۔ زبیری: ص ۹۹۔ اصابہ واسد الغابہ میں ان صحابیات کے تراجم وخاکے

۹۴۔ زبیری: ص ۱۲۳

۹۵۔ زبیری: ص ۲۰۳

۹۶۔ زبیری: ص ۱۵۶

۹۷۔ زبیری: ص ۱۳۲

۹۸۔ ابن سعد: ج ۳،ص ۱۵۰، ۱۶۱۔ حضرت ابن مسعود ہذلی حضرت زبیر بن عوام اسدی کے دینی بھائی تھے۔ ان کی ثقفی زوجہ کا ذکر ابن سعد نے نہیں کیا ہے۔ اسد الغابہ: ج ۵،ص ۴۶۱۔ ریطہ بنت عبداللہ ثقفی: ج ۵،ص ۴۷۰، ۴۷۱۔ زینب ثقفیہ۔ ان کے والد کا نام ایک جگہ معاویہ ثقفی لکھا گیا ہے اور ابومعاویہ بھی بتایا گیا ہے۔ اصابہ: ص ۸۰۸۶۔ ایک حضرت معاویہ ثقفی کا ذکر ہے، جو احلاف سے تھے اور بنوعقیل خاندان کے شیخ۔ ردہ کے زمانے میں وہ حضرت فیروز دیلمی کے ساتھ اسود عنسی کے خلاف جہاد میں شریک رہے تھے۔ اصابہ کے ایک اور خاکے: ص ۵۳ے۔ خواتین سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زینب زوجہ ابن مسعودؓ کے والد کا نام عبداللہ بن معاویہ ثقفیؓ تھا۔ اس میں والد ماجد کے بارے میں کوئی صراحت نہیں۔ لگتا ہے کہ اصل نام تو عبداللہ بن معاویہ ثقفی ہی تھا اور جس مقام پر ان خاتون کو معاویہ ثقفی کی دختر کہا گیا ہے، اس میں والد کے بہ جائے دادا کا نام جڑ گیا ہے اور حضرت معاویہ ثقفیؓ دوسرے بزرگ تھے۔

۹۹۔ اصابہ۔ خواتین: ص ۳۷۔ ترجمہ اروی بنت الحارث بن کلدۃ الثقفی بہ حوالہ بلاذری: غالباً یہ شادی عہد نبوی میں ہی کسی وقت ہوئی تھی۔ حضرت عتبہ بنو مازن کے خاندان سے تھے جو خاندان بنونوفل/قریش کے شیخ ہاشم بن عبد مناف کے حلیف تھے۔ اصابہ: ص ۵۴۱۳۔ اسد الغابہ: ج ۳،ص ۳۶۳۔ ۳۶۵۔ اصابہ۔ خواتین: ص ۶۴۹ میں حضرت عتبہ بن غزوان مازنیؓ صحابی شہیر کی زوجہ کا نام ''صفیہ بنت الحارث بن کلدۃ الثقفیہ'' لکھا ہے، جیسا کہ عمر بن شبہ نے اخبار البصرہ میں لکھا ہے۔ ابن حجرؒ نے ایک اور دل چسپ اختلاف یہ بیان کیا ہے کہ ان کا ذکر ان کی بہن (اختہا) اودۃ بنت الحارث بن کلدۃ میں گذر چکا ہے جب کہ ''اودۃ'' کا کہیں ذکر نہیں ہے، غالباً وہ اروی کی تصحیف ہے۔ نیز اصابہ: خواتین: ۶۵۶

۱۰۰۔ اصابہ: خواتین: ۶۱۴: ان کو بہ ہر حال صحابیہ تسلیم کیا ہے، اگر چہ ان کو قسم ثالث میں رکھا ہے۔ عبید رومی کو ولا کے رشتے سے ثقفی کہا جاتا ہے، نیز اصابہ: ۶۵۶: خاکہ صفیہ بنت عبید بن اسد بن ابی علاج ثقفی۔ اس میں اسد اصلاً کتابت کی غلطی ہے، وہ اسید ہے۔

۱۰۱۔ مکہ مکرمہ کی بیت اللہ کی وجہ سے مرکزیت بھی غیر قریشی افراد وطبقات کی ہجرت اور مکے میں آبادکاری کی ایک وجہ تھی۔ لیکن یہ بہت زیادہ اہم وجہ نہ تھی، کیوں کہ جزیرہ نمائے عرب کے طول وعرض کے شہروں، قریوں اور وادیوں میں آفاقی قبائل کے افراد وطبقات کی بہ طور حلیف وموالی آبادکاری ایک ملک گیر، بل کہ عالمی سماجی ریت تھی۔ جزیرہ نمائے عرب کے باہر بھی ایسی ہجرتیں ہوتی رہی تھیں اور پڑوسی ملکوں کے لوگ ایک دوسرے کے ملک میں آباد ہوتے رہے تھے۔

۱۰۲۔ حلف اور ولا پر اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مقالات کے علاوہ ابن اسحاق/ ابن ہشام جیسے سیرت نگاروں اور بخاری/ فتح الباری جیسی کتبِ حدیث کے متعلقہ مباحث ملاحظہ ہوں۔ نیز لسان العرب: ح ل ف، و ل ی: کتاب خاک سار ''مکی اسوہ نبوی: ص۲۲، ۲۹، بہ حوالہ بغدادی۔ کتاب المنمق: ص۴۲۔۹۳ ومابعد۔ ابن ہشام: ج۱، ص ۳۳۷، ۳۳۸ ومابعد: سہیلی ۳/ ۱۹۶، ۳۲۰ وغیرہ متعدد مآخذ۔

۱۰۳۔ مذکورہ بالا مآخذ بالخصوص مکی اسوۂ نبوی ۲۴۔۲۵: بنوغنم بن دودان کے حلفائے بنی امیہ میں چالیس سے اوپر حلفا کا ذکر ملتا ہے۔

۱۰۴۔ ابن اسحاق، ابن ہشام وغیرہ کتب سیرت میں حضرت ابراہیم و اسماعیل اور ہاجرہ علیہم السلام کی ہجرت و آبادکاری کے مباحث ملاحظہ ہوں: ج۱، ص۳ ومابعد۔ قریش کے خاندانوں پر بحث بھی اسی طرح ملاحظہ ہو: ابن ہشام، ۱/ ۳۔۸ ومابعد

۱۰۵۔ کتاب خاک سار کے مقالات حنیفیت اور حج وعمرے پر بالخصوص اسلامی احکام کا ارتقا کا باب حج وعمرہ۔

۱۰۶۔ بغدادی۔ کتاب المنمق: ص ۲۸۰۔۲۸۴۔ نیز ص۴۰۔۴۲۔ قصۃ زھرہ وامیہ۔ بغدادی کی اس روایت میں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ عمرو بن وہب بن عبدالعزیٰ اور ان کی اولاد ہلاک ہوگئی اور ان میں سے ایک شخص کو بھی اسلام کی سعادت نہیں ملی۔ لیکن دوسروں کو ملی تھی: محمد حمید اللہ، مقالہ ثقیف اور مقالہ طائف مذکورہ بالا: مکی اسوہ نبوی، مذکورہ بالا۔

۱۰۷۔ اصابہ: ص ۸۱۷۷۔ جمہرہ: ص ۲۵۶۔ حضرت عثمان بن عفان اموی ؓ سے ان کی قرابت کا سبب ان کا مادری نسب بھی تھا۔ وہ حضرت عثمان ؓ کے چچا کی بہن کے فرزند تھے یا ان سے قریبی تعلق رکھتے تھے۔

۱۰۸۔ ابن سید الناس: ج۱، ص ۴۴۸۔ بلاذری: ج۱، ص ۳۲۸، ۳۳۴ ومابعد۔ واقدی: ص ۲۸۳، ۳۰۰۔ ۳۰۸۔ ''......خذها وانا ابن علاج، فاهويت اليه وهو فارس فضربت رجله بالسيف حتى قطعتها......'' یہ حضرت علی ؓ کی روایت کے الفاظ ہیں، جو انہوں نے ابوالحکم بن اخنس بن شریق ثقفی سے مقابلے کے وقت کہے تھے۔

۱۰۹۔ ابن اسحاق: ج۱، ص۲۹۹، ۳۸۴۔ ابن ہشام: ج۲، ص ۱۵۸۔ سہیلی: ج۳، ص۱۹۶ ومابعد۔ مکی اسوہ نبوی: ص ۲۴، ۲۵ ومابعد یہ بحث مفصل ہے: والا خنس......حليف بني زهرة، و كان من اشراف القوم وممن يستمع منه......'' ۲/ ۲۵۸: غزوۂ بدر سے قبل بنوزہرہ کی اطاعت اخنس: ''و كان فيهم

مطاعا''، اصابہ: ص ۶۱۔ ج ۱، ص ۳۹، ۴۰۔ اسد الغابہ: ج ۱، ص ۴۷، ۴۸۔ کان الاخنس حلیفا لبنی زھرۃ ومقدما فیھم......''، واقدی: ص ۴۴، ۴۵ کے بیان میں دل چسپ اضافے ہیں: بنوزہرہ سے انہوں نے کہا تھا کہ تمہارا مال اور آدمی (مخرمہ بن نوفل) دونوں بچ گئے، جس کے لیے تم آئے تھے۔ تم کیوں اپنے بھانجے کے خون سے ہاتھ رنگو؟ لہٰذا لوٹ چلو اور مجھ کو ڈھال بنالو......''۔ اس ڈھال کا قصہ یہ ہے کہ وہ زخمی ہونے کا ناٹک کر کے رک گئے تھے۔

۱۱۰۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۱، ص ۴۰۶۔ سہیلی، مذکورہ بالا: مکی اسوہ نبوی: ص ۲۵۔ ۲۶، پر مفصل بحث وذکر مآخذ بھی ہے: واقدی: ص ۶۲۴، ۶۲۸۔ اس پر بحث مزید آتی ہے۔

۱۱۱۔ مکی اسوۂ نبوی: ص ۷۱ ومابعد بہ حوالہ ابن ہشام: ج ۱، ص ۳۳۷، ۳۳۸۔ سہیلی: ج ۳، ص ۱۹۶، ۱۹۷۔ ''خرجوا لیلۃ لیستمعوا من رسول اللہ ﷺ وھو یصلی فی بیتہ......'' نیز کتب سیرت دیگر۔

۱۱۲۔ اصابہ: ص ۲۷۔ ابی بن شریق: ص ۶۱۔ اخنس بن شریق: اسد الغابہ: مکی اسوۂ نبوی، مذکورہ بالا

۱۱۳۔ بخاری: کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد الخ، احادیث: ص ۲۷۳۱، ۲۷۳۲۔ فتح الباری: ج ۵، ص ۴۰۳، ۴۳۱۔ ابن اسحاق، ابن ہشام: ج ۳، ص ۳۷۲۔ ۳۷۸ ومابعد۔ واقدی: ص ۶۲۴ ومابعد: ۶۲۸: عامری کی دیت دینے سے اخنسؓ کا انکار اہم نکتہ۔ اسد الغابہ: ج ۳، ص ۳۶۰۔ اصابہ: ۵۳۹۹ اور اسد الغابہ: ج ۵، ص ۱۴۹، ۱۵۰۔ عتبہؓ بن اسید ثقفی اور ابوبصیرؓ کے خاکوں میں بالترتیب ان کا ذکر ہے۔ ان کے بارے میں یہ نکتہ نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ وہ بنوزہرہ کے حلیف تھے اور بنومطلب/ قریش کے خاندان سے مصاہرت کا رشتہ رکھتے تھے اور یہی تمام ثقفی صحابہ وافراد کا معاشرتی طریقہ رہا تھا۔ دوسرا اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبصیر ثقفیؓ اور ان کے خاندان کا مکہ کے قریش سے قدیم تعلق تھا، جو مدینے کی اسلامی ریاست کے ساتھ برابر استوار رہا۔ رسولِ اکرم ﷺ ان سے پوری طرح واقف تھے۔

۱۱۴۔ ابن سعد: ج ۵، ص ۵۰۷۔ اصابہ: ۵۶۴۳

۱۱۵۔ اصابہ: ص ۱۷۷، ۱۸۷

۱۱۶۔ بخاری: رقم ۲۷۳۱، ۲۷۳۲

۱۱۷۔ بخاری/ فتح الباری: ج ۵، ص ۴۰۳، ۴۱۹۔ ابن سعد: ج ۵، ص ۴۰۳، ۵۰۵: اصابہ: ۵۵۲۸

۱۱۸۔ اصابہ۔ خواتین: ص ۳۰۰

۱۱۹۔ اصابہ: ص ۱۶۱۱۔ وہ فتح مکہ میں اسلام لائے تھے۔

۱۲۰۔ اصابہ: ص ۵۶۴۳، اسد الغابہ کے مختلف تراجم۔

۱۲۱۔ اصابہ: ص ۱۵۶۶۔ اسید بن جاریہ ثقفی مذکورہ بالا بھی مکی شہری تھے۔ ان کے ایک فرزند حضرت عبداللہ بن اسید بن جاریہ ثقفیؓ تھے۔ ان کی ماں تھیں ام قتال بنت عبد بن حارث زہری۔ غالباً وہ بنوزہرہ کے حلیف تھے۔ ان کی ماں ام قتال نے بعد میں عمرو بن نوفل بن عبد مناف سے شادی کر لی تھی، جن سے ایک فرزند تھے طریف بن

عمرو بن نوفل اور وہ حضرت عبداللہ بن اسید ثقفیؓ کے ماں جائے بھائی تھے۔ زہری: ص ۲۰۳: اصابہ: ۴۵۳۲: بہ حوالہ تفسیر ثعلبی آیتِ کریمہ: ﴿ثم ان ربك للذين هاجروا من بعد مافتنوا﴾ کی تفسیر سے ان کی مکی سکونت کا علم ہوتا ہے۔

۱۲۲۔ اسد الغابہ: ج ۵، ص ۱۲۹۔ اصابہ: ۹۳۶۲ اور ۹۳۶۳: ان کو حضرت یعلیٰؓ عامری سے خلط ملط کیا گیا ہے۔ یہ دونوں الگ الگ صحابی تھے: غالباً یہ کنیت اسی مال کے کاٹنے کے سبب ان کی پڑی تھی، کیوں کہ ان کا کوئی فرزند اس نام کا نہ تھا

۱۲۳۔ اصابہ: ۲۶۹۷

۱۲۴۔ اصابہ: ۲۸۷۷

۱۲۵۔ اصابہ: ۱۵۶۶

۱۲۶۔ ابن اسحاق اردو۔ نقوش رسول نمبر: ج ۱۱، ص ۱۴۸: ان دونوں ثقفی معاندینِ نبوی کا ذکر کسی معجمِ صحابہ میں نہیں مل سکا۔ غالباً وہ اسلام نہیں لائے تھے۔

۱۲۷۔ اصابہ: ۵۰۰۹

۱۲۸۔ اصابہ: ۵۸۶۹/ ۵۸۷۰۔ ان کا نسبی/ قبائلی تعلق بنو عتاب بن مالک سے تھا

۱۲۹۔ اصابہ: ۸۹۳۷۔ اسد الغابہ: ج ۵، ص ۵۵

۱۳۰۔ اصابہ: ۹۳۶۱۔ اسد الغابہ: ج ۵، ص ۱۲۹

۱۳۱۔ اسد الغابہ: ج ۵، ص ۱۷۱

۱۳۲۔ اصابہ، خواتین: ۳۶: ترجمہ اروی بنت المقوم بن عبد المطلب ہاشمی

۱۳۳۔ مفصل بحث کے لیے مقالے خاک سار ''عہدِ نبوی میں رضاعت'' معارف اعظم گڑھ، جون۔ جولائی ۱۹۹۶ء دو قسطیں: کتاب خاک سار، ''مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقا''، باب ولادت و رضاعت بالخصوص ۳۲۱، ۳۲۸: مآخذ میں: ابن سعد: ج ۱، ص ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۰۹۔ و مابعد: ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۶۰ وغیرہ، سہیلی: ج ۱، ص ۱۰۸، ۱۳۰: ابن سعد: ج ۴، ص ۱۳۳ وغیرہ۔ رضاعت پر بحث آگے آرہی ہے، بالخصوص ثقیف و ہوازن کے بطونِ سعد بن بکر کے حوالے سے

۱۳۴۔ مفصل بحث کے لیے اگلا باب ''دیارِ طائف وثقیف میں قریشی اموال''

۱۳۵۔ باب اول میں تفصیل کے ساتھ اس پر بحث گذر چکی ہے۔ عام سیرت نگاروں نے اس خاص سماجی جہت و روایت کو بالکل نظر انداز کیا ہے۔

۱۳۶۔ یہ بحث ابھی تشنہ ہے کہ قریشی اکابر یا عام افراد کی طائف میں آبادکاری کی روایات بالکل نہیں ملتی ہیں۔ لیکن تجزیہ و تحقیق سے اس خلا کو پر کیا جاسکتا ہے: ہمدانی، صفۃ جزیرۃ العرب: ۱۲۰، ۱۲۱ **ويسكن معدن البرام قريش وثقيف ومن قبلة الطائف ايضا واديقال له مشريق لبني امية من قريش.**

۱۳۷۔ اس مبحث پر ابھی تحقیق باقی ہے۔ کافی تلاش وجستجو کے بعد بھی اس موضوع پر کافی مواد نہیں مل سکا۔ تاہم یہ واقعہ اپنی جگہ مسلم ہے کہ قریش کے متعدد افراد اور بعض طبقات بھی طائف اور علاقے ثقیف میں جا بسے تھے۔ انسانی سماجی زندگی اور تہذیب وتمدن کی یہ ایک اٹوٹ روایت ہر ملک وسماج میں رہی تھی اور آج بھی قائم ہے، بل کہ روز افزوں ہے کہ اب اسبابِ ہجرت اور وجوہِ سکونت زیادہ ہیں۔

۱۳۸۔ بلاذری: ج ۱، ص ۳۶۸۔ ابن سعد: ج ۴، ص ۱۰۰، ۱۰۱۔ واقدی: ص ۹۲۵ میں اس کا متن بھی ہے جو آگے اموال کی بحث میں آتا ہے اور دوسری تفصیلات بھی آگے آتی ہیں۔ یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اکثر قریشی صاحبان اموال کی مانند وہ بھی اکثر وبیش تر سکونت کے لیے مالِ طائف جاتے رہتے تھے۔

۱۳۹۔ ابن ہشام: ج ۱، ص ۱۷۹۔ سہیلی: ج ۲، ص ۱۶۳ و مابعد۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۱۱۰، ۱۱۲۔ بلاذری: ج ۱، ص ۹۲، ۹۵۔ ابن کثیر: ج ۲، ص ۲۷۳، ۲۷۵۔ مفصل بحث کے لیے کتاب خاک سار، عبدالمطلب ہاشمی۔ رسولِ اکرم ﷺ کے دادا: ص ۷۱۔۷۳۔ نیز مقالہ خاک سار بہ عنوان عہدِ نبوی میں رضاعت، معارف اعظم گڑھ، جون ۱۹۹۶ء: ص ۴۰۵، ۴۲۵۔ اسلامی احکام کا ارتقا، باب رضاعت: ص ۳۲۱، ۳۲۸

۱۴۰۔ ج ۱ ص ۸۴، ۹۴ و مابعد میں تفصیل ہے: عبدالمطلب ہاشمی: ص ۷۳

۱۴۱۔ واقدی، کتاب المغازی: ص ۸۰۶۔ دیار بکری، تاریخ الخمیس، المطبعۃ العثمانیہ ۱۳۰۲ھ: ج ۱، ص ۱۸۱۔ عہدِ نبوی میں رضاعت کے حواشی بالخصوص: ابن سعد: ج ۴، ص ۴۹، ۵۰ وغیرہ۔

۱۴۲۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ باب حجۃ النبی ﷺ۔ ابن سعد: ج ۴، ص ۴۷ و مابعد۔ زرقانی: ج ۸، ص ۲۰۱۔ واقدی: ۱۱۰۳۔ سہیلی: ج ۲، ص ۱۵۶ مع حاشیہ۔

۱۴۳۔ بخاری/ فتح الباری: ج ۷، ص ۴۵۸، ۴۶۱ و مابعد۔ اصابہ: ۵۳۰۹: والدہ کا نام ام قتال بن اسید خواہرِ عتابؓ بن اسید اموی لکھا ہے۔ ان کی رضائی سعدی ماں کا نام نہیں لکھا ہے: زبیری، ۲۰۱: والدہ کا نام ونسب ہے: ام قتالؓ بن بنت اسید بن ابی العیص۔

۱۴۴۔ خاک سار کے مقالے نظام تحفظ اور مکہ اسوہ نبوی دونوں میں اس پر مفصل بحث ہے اور ان دونوں کا حوالہ بھی گذر چکا ہے اور بعد میں بھی اس کا ذکر آتا ہے۔

۱۴۵۔ بخاری۔ حدیث: ۴۰۷۲۔ کتاب المغازی، غزوۂ احد۔ فتح الباری: ج ۷، ص ۴۵۹، ۴۶۲

۱۴۶۔ اصابہ: ۵۹۶۶۔ تذکرہ عمرو بن مسعود ثقفیؓ: "...... **انه وفد علىٰ معاوية فى اول خلافته وهو شيخ كبير و ذكر انه كان صديق ابيه ابى سفيان...... وكان ينزل عليه اذا اتى الطائف، وعاش عمرو الى ان اسن......**"

۱۴۷۔ مفصل بحث وماخذ کے لیے ملاحظہ ہو اس کتاب کا آخری باب

۱۴۸۔ عبدالحفیظ بلیاوی، مصباح اللغات: مادہ: م ول: مال یمول ویمال وغیرہ

۱۴۹۔ الاحزاب: ۲۷

۱۵۰۔ ترجمہ: عبدالقادر دہلوی

۱۵۱۔ بخاری/ فتح الباری: ج ۷، ص ۴۱۱ ومابعد: کتاب المغازی، حدیث بنی النضیر الخ، اصلاً یہ مذکورہ بالا متن بنو قریظہ کے اموال کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۱۵۲۔ غیر زرعی آراضی اور جائداد کو رکح/ ارکاح کہا جاتا تھا، جس کے معنی "ساحات وافنیہ" کے بتائے جاتے ہیں، یعنی میدان، افتادہ اراضی اور دوسرے قطعاتِ زمین۔ بنو ہاشم کے شیخ عبدالمطلب کو اپنے والد ماجد ہاشم بن عبدمناف سے یہ ارکاح وراثت وتر کے میں ملی تھیں اور مکہ مکرمہ میں واقع تھیں: طبری: ج ۲، ص ۱۴۸۔ کتاب المنمق: ۸۴۔۸۵۔ حلبی: ج ۱، ص ۱۴۔ ابن اثیر: ج ۲، ص ۱۱۔ عبدالمطلب ہاشمی: ۱۹۔ ومابعد تفصیل کے لیے: مجاہدین ومجاہدات کی زرعی پیداواری اراضی حاصل کرنے کے لیے ملاحظہ ہو کتاب خاک سار "غزوات نبوی کی اقتصادی جہات" غزوۂ خیبر بحث نیز آئندہ مباحث: "ارکاح" پر عبدالمطلب ہاشمی کا اختلاف ومنافرت بنو عبدمناف کے سردار نوفل بن عبدمناف سے ہوا تھا، جو ان کے چچا تھے۔

۱۵۳۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ، مقالہ طائف۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور۔ یہ بیان جزوی طور پر ہی صحیح ہے، کیوں کہ اموالِ قریش طائف میں اور ثقفی آبادی مکہ میں ایک مستقل چیز تھی، جو تجارت و سیاست و اقتصاد سب کو شامل تھی۔

۱۵۴۔ بغدادی، کتاب المنمق: ۹۸۔۹۹۔ بلاذری: ج ۱، ص ۴۷۔ عبدالمطلب ہاشمی: ۲۰، ۳۸۔ ابن سعد: ج ۱، ص ۸۷، ۸۸۔ بئر کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ زبیری: ص ۱۹۹، ۲۵۶، ۳۲۴، ۴۲۹ وغیرہ: غزوات نبوی کی اقتصادی جہات کے ابواب۔

۱۵۵۔ بلاذری: ج ۱، ص ٦٦۔ "وقد عرفتم تجارتی و کثرة مالی......"۔ حلبی: ج ۱، ص ۸۔ عبدالمطلب ہاشمی: ص ۲۱

۱۵٦۔ شبلی: ج ۱، ص ۲۵۱۔ ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ: ج ۱، ص ۲۷۵۔ وغیرہ: "طائف سے واپسی میں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا باغ پڑتا تھا۔ وہاں ایک درخت کے سائے میں دم لینے کے لیے آپ بیٹھ گئے......"؛ مودودی۔ سیرت سرور عالم: ج ۲، ص ٦۳۳، ٦۳۴ وغیرہ۔ "......تو آپ زخموں سے چور عتبہ اور شیبہ کے باغ کی دیوار سے لگ کر انگور کی ایک بیل کے سائے میں بیٹھ گئے......"؛ اصح السیر: ص ۵٦۔ "راستے میں قریش کے دو بھائی عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا، آپ مجبور ہو کر اس باغ میں چلے گئے، تب یہ مجمع منتشر ہوا"؛ الرحیق المختوم: ص ۲۰۰: "...... یہاں تک کہ آپ کو عتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ کے ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ یہ باغ طائف سے تین میل کے فاصلے پر واقع تھا"۔ صرف موخر الذکر میں اس باغ کا مقام بتایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام اہلِ قلم کے بیانات میں باغ کا صرف حوالہ ہی نہیں، مختلف قسم کے تضادات ہیں جو بہ یک نظر محسوس ہو جاتے ہیں۔

۱۵۷۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام: ج ۲، ص ۲۸، ۳۱۔ ابن سید الناس: ج ۱، ص ۱۷۵ ومابعد میں کتب سیرت اور مصادرِ

حدیث کی روایات سفر طائف کے بارے میں ہیں، لیکن باغِ فرزندانِ ربیعہ کے بارے میں تفصیل نہیں ہے۔

۱۵۸۔ بلاذری: ج۱،ص ۳۶۸۔ ابن سعد: ج ۴،ص ۱۰۰، ۱۰۱: "...... **لا عتزلن فی مالی لا اسمع شتم آبائی ولا عیب آلھتی، ھواحب الی من المقام مع ھولاء الصباۃ، فاعتزل فی ماله بالظریبة نحو الطائف......**"، یاقوت حموی، معجم البلدان: ظریبۃ "...... **وکان ابوھم سعید بن العاص قد ھلك بالظریبة من ناحیة الطائف فی مال له بھا......**"۔ یاقوت نے حضرات خالدؓ بن سعید اور عمروؓ بن سعید کے بھائی ابان بن سعید کے دو شعر بھی نقل کیے ہیں، جن میں ظریبہ میں مرنے والے پر غم کا اظہار کیا ہے۔ واقدی: ص ۹۲۵ نے ایک دل چسپ روایت نقل کی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے محاصرۂ طائف کے زمانے میں ایک دن جب قصر مالک بن عوف کو جلانے کا حکم دیا اور وہ جلا دیا گیا تو آپ ﷺ کی نظر ابواحیحہ سعید بن العاص کی قبر پر پڑی، جو اس کے مال کے پاس تھی اور کافی اونچی تھی: ...... **وھو عندماله وھو قبرمشرف**۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس صاحب قبر پر لعنت کی کہ وہ اللہ و رسول کا دشمن تھا۔ اس پر سعید اموی کے دو فرزندوں عمرو اور ابان نے، جو رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، ابوقحافہ پر لعنت کی کہ وہ مہمان نوازی کرتے تھے اور نہ کسی کی مدد کرتے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: مرے ہوئے لوگوں پر سب وشتم کرنا زندوں کو تکلیف دیتا ہے، اگر مشرکین پر سب وشتم کرنا ہی ہے تو اسے عام رکھا کرو، نام نہ لیا کرو، نیز بلاذری: ج۱،ص ۳۶۸

۱۵۹۔ واقدی: ص ۹۷۱

۱۶۰۔ زبیری: ص ۱۴۸: ...... ولہ النباج یقال لہ نباج ابن عامر، ولہ الجحفہ، ولہ بستان ابن عامر بنخلۃ ......

۱۶۱۔ غزوۂ طائف کے بیان میں اس نبوی پالیسی کا ذکر آتا ہے، جو اموال ثقیف کے حوالے سے بہت اہم ہے۔ دوسری کتب میں بھی ان کے اموال کا ذکر ملتا ہے۔

۱۶۲۔ واقدی: ص ۹۲۵

۱۶۳۔ واقدی: ص ۹۲۸

۱۶۴۔ واقدی: ص ۹۲۹: **لیس بالطائف مال ابعد رشاءً، ولا اشد مونة منه ولاابعدعمارۃ......وان محمدا ان قطعه لم یعمر ابدا......**

۱۶۵۔ اسد الغابہ: ج ۵،ص ۱۲۹، ۱۳۰۔ اصابہ: ۹۳۶۲۔ ۹۳۶۳